ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

مئی 2010ء جمادی الثانی 1431ھ

نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم

گر خدائے پاک کی توفیق ہو گی مرحمت
بدرؔ! کہہ سکتے ہیں نعتِ شاہِ عالی مرتبت

جذب و شوق و سوز و مستی ہیں لوازم نعت کے
اشک خوں بھی نعت میں رکھتے ہیں قدر و منزلت

آپ کی بعثت سے دنیا میں بہاروں کا طلوع
منبعِ فیض و عطا ہیں، آپ ختم المرتبت

آپ کی خاطر بنے ہیں، یہ زمین و آسماں
ماہ و انجم، نور و نکہت اور جہاں کی مملکت

زندگی کی شام جن کے دم سے صبحِ نو بنی
ہو گئے روشن دو عالم از قدومِ میمنت

آپ کی تحسین کا حق ہو نہیں سکتا ادا
صاحبِ خلقِ عظیم! آپ ہیں معجز صفت

اک گدائے بے نوا بھی حاضرِ خدمت ہے آج
ہو عطا اک جرعۂ حبِ نبی اور معرفت

دردمندانِ جہاں کو مل گیا آخر قرار
غم کے ماروں کو ملی جاں کی اماں اور عافیت

حسنِ اخلاق و مروت، بہترین ٹھہرے اصول
آپ نے سکھلا دیئے اندازِ عجز و مسکنت

فاطمہ زہرا ہیں بے شک آپ کی نورِ نظر
میری خواہش ہے کہ لکھوں ان کی بھی اک منقبت

ہے یہی میری تمنا، بدرؔ! میری آرزو
آپ کے در پہ مروں، گر ہو اجازت مرحمت

سعید بدرؔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاشقی میں عزت سادات

شہر نور مدینہ شریف میں مرکز الشاعر کے کمرہ 206 میں قیام کے دوران بد قسمتی سے ٹیلی ویژن آن کر بیٹھا۔ سکرین پر گیلانی اور اوباما کو ہاتھ ہلا ہلا کر یکجا محبتوں اور وفاؤں کا اظہار کرتے ہوئے دیکھا۔ طبیعت خراب ہوگئی، دونوں کے آباء واجداد یاد آ گئے، ایک کے اسلاف میں غیور مسلمان تھے اور دوسرا تو شہنشاہ بغداد کا لاڈلا ٹھہرا۔ میں ابھی ماضی ہی میں کھوا ہوا تھا، اُمّی لیکن دقیقہ دان نبی کے انقلابات ذہن و دل میں گھوم رہے تھے۔ سوچ رہا تھا نظامِ عالم کو قائم کئے ہوئے بے شمار مدت گذر چکی ہے لیکن علم و ادب کے جو مفہومات آقا ﷺ نے سکھائے تھے آج تک قومیں ان سے بیگانہ بنی ہوئی ہیں۔ اچانک یہ خبر جلی لفظوں کے ساتھ ٹی وی پر چلی ''پاکستان میں ہفت روزہ دو چھٹیاں کر دی گئیں''۔ ابھی گھڑیاں آگے کرنے کا ڈرامہ اپنی نحوستوں کو سمیٹ نہیں پایا تھا کہ چھٹیوں کا کھیل رچا دیا گیا۔ اس بات کا اعتراف ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے، اہل زمانہ کی طبیعتیں بدلی ہوئی ہیں، روحانیت کی جگہ مادیت نے لے لی ہے، تیزی کے ساتھ مشرف کی بساط لپیٹ کر مغرب کی ٹھاٹھ جمانے کی کوشش ہو رہی ہے لیکن ہم کیا کریں ہماری بوسیدہ سوچیں ابھی تک اسی محور پر گھوم رہی ہیں۔ قدریں بدل جاتی ہیں خون کو تو نہیں بدلنا چاہیے۔

''اب میں گیلانی صاحب کو کیسے سمجھاؤں کہ جن لوگوں نے مغرب کے فلسفے گڑھے ہیں وہ تمہارے آباؤ اجداد کے علم سے خوشہ چینی کرنے والے تھے۔ ٹالسٹائے تمہارے غزالی صاحب کا نام ادب سے لیتا ہے۔ گاندھی کہتا تھا قانون کا ایک آسمان ہے اور وہ حضور ﷺ کے کندھوں پر قائم ہے۔ براؤن اور نکلسن نے کہا تھا دنیا کی ترقی کے لئے محمد ﷺ کے دیئے ہوئے علم کی مرہون منت ہے۔ کارلائل اور گوئٹے تمہاری جد کی مدحت میں رطب اللسان تھے''۔

گیلانی صاحب آپ کدھر کھو گئے ہیں، کن لوگوں میں الجھ گئے، کیسے لوگوں نے آپ کو اپنی ظلمتوں میں گھیر لیا ہے۔ لگتا ہے ملک کو ٹھیکے پر وہ لوگ دینے کی تیاری کر رہے ہیں۔ منڈیاں سرد پڑ رہی ہیں۔ پولیس

غریب عوام کو سیدھی گولیاں مار رہی ہے۔ چھٹیوں کے نظام نے تعلیم کو درہم برہم کر دیا۔ مغرب میں ہفتہ اور اتوار کی چھٹیوں کا فلسفہ تمہیں بتا تا چلوں بجلی کے بل بچانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ہفتہ یہودیوں کا مذہبی دن ہے اور اتوار عیسائیوں کا مذہبی دن ہے۔ ان کے ہاں دونوں دنوں کے تقدس کا احترام شامل ہے۔ ہمارے ہاں تو جمعہ عبادت کا دن تھا لیکن وہ نون والوں کی دیدہ دلیریوں اور سینہ زوریوں کا شکار ہو گیا ہے۔ بجلی کا بحران حل کرنے کے لئے تو تین دن کی چھٹیاں کرتے۔ واللہ! یہاں آپ کے اعلان کے بعد مدینہ شریف میں ایک صاحب کہہ رہے تھے ملک میں چھ ماہ کی مکمل تعطیل کر دیں، شاید بجلی کا بحران ختم ہو جائے۔

محترم!

نفسِ انسانی تین چیزوں سے مرکب ہے:

ایک عقل ہے

دوسرے جذبات اور احساسات ہیں

اور تیسرا پختہ ارادوں کے ساتھ سعی و عمل ہے

قوم کو بحران سے نکالنے کے لئے سیاست دانوں کو انہی تین چیزوں کا ادراک اور اہتمام کرنا چاہیے۔

لگتا ایسے ہے کہ مدہوشیوں نے عقل کو بُری طرح سُلا دیا ہے۔ عقل سے خالی دماغ رکھنے والے لوگ اگر پارلیمنٹ میں بیٹھ جائیں تو طاقت اور قوت رکھنے والے ادارے خود بخود مسلط ہو جایا کرتے ہیں۔ جہاں سے سیاسی غلطیاں ہو رہی ہیں اصلاح کا عمل وہاں شروع ہونا چاہئے۔

قرآن حکیم کا ارشادِ گرامی ہے:

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ

فَيُدْهِنُونَ ۝ (القلم:9,8)

تو آپ تکذیب کرنے والوں کی اطاعت نہ فرمانا

وہ تو دل سے چاہتے ہیں کہ آپ کسی طرح نرم پڑ جائیں

تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

ن والوں کو بھی میم محمد والے کا راستہ بتاؤں گا۔ انہیں بھی ن، والقلم کا راز جاننا چاہیے۔

لفظ نون والوں کے لئے میم کا دستور یہ ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ

مَّهِينٍ ۝

هَمَّازٍ

مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝

”اور بات نہ ماننا اس شخص کی جو بہت زیادہ قسمیں کرنے والا ذلیل ہے

عزتیں بکھیرنے والا

لگانے بجھانے میں منہمک فتنہ پرور
نیکی سے بڑھ چڑھ کر منع کرنے والا
سرکش، گناہ گار، بدمزاج اس پر مستزاد نطفہ حرام
صرف اس لئے کہ وہ مال و دولت اور بیٹے رکھتا ہے''۔ (القلم: 10 تا 14)

مال سازی، زرداری اور زرکیشی کے چکر میں اپنی قوم اور ملت کی کمر نہ توڑیں۔ عقل خداداد اور سوچ و بچار مسائل کی دلدل سے نکالنے میں مدد کر سکتی ہیں۔

انسانی ذات کی تکمیل میں دوسرا عنصر جذبات اور احساسات کا ہے۔

صاحب ارادہ شخص کبھی کمزور نہیں ہوتا وہ مخالفتوں کے ہجوم میں گھبراتا نہیں۔ اس کی قوت ارادی مستحکم نتائج اور ثمرات عطا کرتی ہے اور ارادت جذبات اور احساسات ہی کا معجزہ اور کرامت ہوا کرتی ہے۔ ہمارے سیاست دانوں کو شیرازہ بند ہو کر بحران سے نکلنے کا فارمولا اختیار کرنا چاہیئے۔ گیلانی صاحب میں اہلیت موجود ہے کہ وہ اپنے خوبصورت خون کو قومی اور ملی خدمت کے لئے وقف کریں۔ قوم کو آمادہ اور یک آواز کر کے ہر روز صرف دو گھنٹے کے لئے مکمل بلیک آؤٹ کرویں۔ بجلی کی کمی کا مقابلہ یہ قوم اپنے زندہ جذبات سے کر سکتی ہے لیکن ہر گھنٹے پینترے بدل بدل کر صنعتیں، بازار اور کاروبار تباہ کرنا دانائی نہیں۔ قوم کو سیاست دانوں نے جہاں پہنچا دیا ہے کوئی ریفارمر ہی اُسے ظلمتوں کے گرداب سے نکال سکتا ہے۔ جھوٹ کے ڈبوں میں مکر کا دودھ پینے والے اہل سیاست جونکیں ہیں صرف وہی قوم کو منزل نہیں دے سکتے۔ اس عظیم کام کے لئے اہل صدق و صفا چاہئیں۔ قائداعظم کی فکر کو ذبح کرنے والے قائداعظم کے ملک کی حفاظت کیسے کریں گے۔ طرفہ تماشہ تو یہ کہ الف جیم سب ہمارے قومی ہیرو بن گئے ہیں۔

تیسری چیز سعی و عمل اور جہد مسلسل ہے۔ قومی ترقی کے لئے ہمیں ریاکارانہ بلکہ منافقانہ کلچر ختم کرنا ہوگا۔ ہمارے سیاست دان قوم کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں اور اس طرح سعی و عمل کا تعامل سست پڑتا ہے۔ قومی لیڈر کو اپنی ملت کو اعتماد میں لے کر اب الف سے اللہ شروع کر دینا چاہیئے۔ بعض پڑوسی ممالک کی طرح ہم بہت کم وقت میں سب قوموں سے آگے نکل سکتے ہیں، لیکن یہ عظیم کام زرداری کی زیر قیادت نہیں ہو سکتا۔ گیلانی صاحب بھی اپنے بڑوں کے سائے میں کام شروع کر دیں تو برکت ہی برکت ہوگی۔ اس طرح کاغذی یوسف حقیقی یوسف بن جائے گا، وگرنہ شاہ جی آپ کو استعفیٰ دے دینا چاہیئے۔ آپ اور ہم اکٹھے آپ کے بزرگوں کا عرس منائیں گے۔ مُردوں کی مسیحائی کے لئے یہ راستہ بھی اچھا ہے۔

دعاؤں کا طالب

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرہ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورہ نازعات کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿1﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿2﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿3﴾
فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿4﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿5﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ
الرَّاجِفَةُ ﴿6﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿7﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿8﴾
اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿9﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿10﴾
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿11﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿12﴾
فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿13﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿14﴾ هَلْ اَتٰىكَ
حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿15﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿16﴾
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿17﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ
تَزَكّٰى ﴿18﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿19﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ
الْكُبْرٰى ﴿20﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿21﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿22﴾ فَحَشَرَ
فَنَادٰى ﴿23﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿24﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ
وَالْاُوْلٰى ﴿25﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿26﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا
اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا ﴿27﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿28﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا
وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿29﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿30﴾ اَخْرَجَ
مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿31﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿32﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ
لِاَنْعَامِكُمْ ﴿33﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿34﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ
الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿35﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿36﴾ فَاَمَّا مَنْ
طَغٰى ﴿37﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿38﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿39﴾
وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿40﴾ فَاِنَّ
الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿41﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ
مُرْسٰىهَا ﴿42﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿43﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿44﴾
اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿45﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ
يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿46﴾

قسم ہے ان فرشتوں کی جو ڈوب کر روحیں کھینچ لیتے ہیں۔ اور اُن فرشتوں کی جو نرمی سے جان کے بند کھول دیتے ہیں۔ قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیزی اور قوت سے تیرتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو آگے بڑھ کر تا بہ مقصد پہنچ جاتے ہیں۔ پھر حکم کے مطابق تدبیر کرتے ہیں۔ جس روز تھرتھرانے والی لرز جائے گی ساتھ رہنے والی اس کے پیچھے ہی آ پہنچے گی۔ اس روز دل کانپ رہے ہوں گے۔ اس کی آنکھیں سہمی سہمی ہوں گی۔ کہتے ہیں کیا ہم پہلی زندگی کی طرف پھر پلٹائے جائیں گے۔ کیا پھر بھی جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے؟ بولے یہ پلٹ جانا تو بہت نقصان والا ہوگا۔ پھر تو یہ ایک ہی بار ہیبت طاری کر دینے والی لرزش ہوگی۔ تو یکایک وہ ایک میدان میں ہوں گے۔ کیا آپ کے پاس حدیث موسیٰ پہنچی؟ جب اُن کے رب نے مقدس وادی طویٰ میں انہیں آواز دی۔ جائیے! فرعون کی طرف بے شک وہ سرکش ہو گیا۔ تو فرمائیے! کیا تو چاہتا ہے کہ تو پاک ہو۔ اور میں تجھے تیرے رب کی طرف ہدایت دوں تو تو ڈرنے لگے۔ پس انہوں نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی۔ پس انہوں نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی۔ پس اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔ پھر پلٹا کوشش کرتے ہوئے۔ پھر بولا "میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں۔ تو اللہ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عبرت آموز عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس میں ضرور عبرت ہے اُس کے لیے جو ڈرے۔ کیا تمہاری تخلیق زیادہ مشکل ہے یا آسمان جسے اُس نے بنایا۔ اس کی چھت کو بلندی بخشی پھر اُسے موزوں بنا کر استحکام بخشا۔ اور اُس نے اس کی شب کو تہ اتار یک کر دیا اور اس کی روشنی ظاہر کی۔ اور زمین کو اس کے بعد کوٹ پھٹک کر قابل رہائش بنا دیا۔ اُس نے اس کے پانی کو اُس سے نکالا اور اس کا چارہ۔ اور پہاڑوں کو زمین سے ابھار دیا۔ یہ تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے سامان منفعت ہے۔ پس جب آ جائے گی سب سے بڑی آفت۔ جس دن انسان یاد کرے گا اُس کوشش کو جو اُس نے کی ہوگی۔ اور بھڑکتی دوزخ ظاہر کر دی جائے گی ہر اُس کے لیے جو دیکھتا ہے۔ پس جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک بھڑکتی دوزخ ہی ٹھکانہ ہوگا۔ اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہوگی۔ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کب وہ قائم ہوگی تو آپ کو اس کا وقت بتانے سے کیا غرض۔ آپ کے رب ہی کی طرف اس کی انتہا ہے۔ بے شک آپ تو اُسے ڈرسنانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے۔ گویا وہ دن جب وہ اسے دیکھ لیں گے تو وہ خیال کریں گے کہ وہ دن کے پچھلے پہر ٹھہرے تھے یا اس کے اگلے پہر۔

قرآن مجید کی یہ سورت رسول انور ﷺ کے مبارک دل پر مکی زندگی کے اوائل میں نازل ہوئی۔ مضامین سورت سے اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ سورہ نبا کے بعد یہی سورت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اس سورت کے فضائل میں علامہ اسماعیل حقی نے روح البیان میں ایک حدیث نقل کی ہے:

"جو شخص سورہ "نازعات" پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبر اور قیامت میں اتنی ہی دیر ٹھہرائے گا جتنی دیر اس نے فرض نماز ادا کی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے"۔

سورہ "نازعات" کی تلاوت کرنے والا شخص برزخ اور قیامت ہر دو مقام پر عزت، تکریم اور کرامت کے ساتھ سرفراز ہوگا۔

اس سورت کے امتیازات میں سب سے اہم چیز اس سورت کا اسلوب، طرز، لہجہ اور انداز بیاں ہے۔ ابتدا میں پانچ قسمیں ہیں جو نزول قرآن کی فضا کو یقین سے بھر دیتی ہیں اور قیامت تک کتاب رحمت سننے والی سامعی قوتوں کے کانوں پر دستک دیتی ہیں۔ سورت کی آیات میں لگتا ہے مضامین کے ساتھ کیفیات بھی نازل ہوئیں۔ آغاز میں وارد ہونے والی آیتوں کی تلاوت کے ساتھ یہ سورت روح کے اخروی سفر کا منظر نامہ بن جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ سورت آخرت کے شعور کو بہت اہمیت کے ساتھ پیش کرتی ہے۔

سورہ نازعات کا معنوی در و بست دیکھ کر یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ آخرت کا وقوع اور برزخ کی واقعیت ایک فیصلہ کن چیز ہے جسے رد نہیں کیا جا سکتا۔

سورت میں بیان کردہ قسموں کا مطالعہ اپنے غموض کے ساتھ قاریٔ قرآن کو وادیٔ حیرت میں اتار دیتا ہے۔ نزع کی کیفیات تھوڑی دیر کے لئے سانسوں کو اوپر نیچے کر دیتی ہیں۔ ابھی یہ نزع سے پہلے نزع کی حالت ختم نہیں ہوتی تو قیامت کا منظر سامنے آ جاتا ہے۔ کسی کو اٹھا کر عزت سے سرفراز کر دینے والا اور کسی کو ذلیل کر کے پٹخ دینے والا دل گداز لمحہ نفوس کو ابھی مروڑ ہی رہا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی یہ طاقت ور سورت مکذبین میں سے ایک شخص کی عبرت آفریں تاریخ بیان کرنا شروع کر دیتی ہے لیکن حکایت میں قرآنی لہجہ فرعون اور فرعونیت دونوں کی مذمت کرتا ہے لیکن موسوی کردار کی روشنی مدھم دکھائی نہیں دیتی اور یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ جب وہ ذلتوں کی تاریخ بیان کرتا ہے اس تاریخ کا ہر حصہ ظلمتوں اور ذلتوں میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے اور قرآن جب عزتوں کی درخشندہ تاریخ حروف و کلمات میں سموتا ہے تو اس تابناک تاریخ کا ایک ایک حصہ آفتاب سے زیادہ منور دکھائی دیتا ہے۔

واقعاتی نصائح کے فوراً بعد قرآن حکیم حیرت میں مبتلا کر دینے والی تکوینی حقیقتوں کو بیان کرتا ہے اور استدلال یہ کیا جاتا ہے کہ عظیم آسمان، لیل و نہار کا راز دروں رکھنے والا نظام کبھی روشنی کبھی اندھیرا، پانی اور پہاڑ، کیا ان نظاموں کی تخلیق بھاری کام ہے یا چھوٹے سے نسان کو پھر سے پیدا کر دینا شدید تر ہے، سورت کا یہ حصہ یقین آفرینی کی انتہائی موثر دعوت ہے۔

سورہ نازعات "بڑی مصیبت" کی کچھ تفصیل بیان کر کے فوراً ایک سوال نامہ بن جاتی ہے یعنی کفار بار بار پوچھتے ہیں اگر قیامت آنی ہے تو آپ اس کی تاریخ تو بتا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ حکمت الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ اس راز دروں کو قبل از وقت افشانہ کیا جائے۔ باقی رہے میرے حبیب تو ان کا فریضہ صرف اتنا ہے کہ وہ اس دن کی حقیقتوں اور کیفیتوں سے ڈراتے ہیں۔ ممکن ہے کسی کے پلے بات پڑ جائے اور وہ اپنے نفس کو گندگیوں سے دھولے اور اللہ کی طرف اپنا راستہ بنالے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا۝

"قسم ہے ان فرشتوں کی جو ڈوب کر روحیں نوچ لیتے ہیں"۔

سورت پے در پے قسموں سے شروع ہوتی ہے۔ قاریٔ قرآن کی زندگی میں فہم و ذکا کی لہر پیدا کرنے کے لئے پہلی قسم ان فرشتوں کی ہے جو موت کے وقت روحوں کو سختی سے کھینچتے ہیں۔ نازعات نزع سے مشتق ہے جس کا معنی کسی چیز کو سختی اور شدت کے ساتھ کھینچ کر نکالنے کے ہوتے ہیں اور غرقاً اس کی تاکید ہے۔ اس لفظ کا اساسی اور وضعی معنی اپنی قوت کو شدت کے ساتھ خرچ کرنے کا ہوتا ہے۔ عربوں میں یہ بات مشہور ہے۔ اغرق النازع فی القوس یعنی کمان کھینچنے والے نے اسے کھینچنے میں اپنی پوری طاقت خرچ کر دی۔

قرآن مجید قیامت تک کا روحی سفر بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے بدن سے روح کے نکلنے کا منظر بیان کرتا ہے اور وہ بھی کافروں کی ارواح جس طرح بدنوں سے نوچی جائیں گی وہ کیفیت بیان کی جاتی ہے کہ فرشتے بدن میں ڈوب کر روحوں کو نوچتے کھینچتے ہیں پھر بند کھول دیے جاتے ہیں اور پھر انہیں جہنم میں ڈبویا جاتا ہے۔

فرشتوں کی قسم اس مناسبت سے کھائی گئی ہے کہ قیامت کے روز جب مادی رشتے اور علائق ٹوٹ جائیں گے اور غیر معمولی قسم کے

واقعات رونما ہوں گے اور گرفت، گیر کا یہ سارا کام اللہ تعالیٰ فرشتوں ہی سے لے گا۔(1)

ابو منصور ماتریدی اور ابن کثیر نے آیت کا معنیٰ و مفہوم موت بھی بیان کیا ہے۔ بعض مفسرین نے پہلی دونوں آیتوں سے مراد ستارے لئے ہیں اور بعض کے نزدیک جنگجو مجاہدین ہیں لیکن جمہور مفسرین نے آیت کا مفہوم فرشتے ہی لئے ہیں۔(2)

جن مفسرین نے آسمانی ستارے مفہوم تفسیر میں بیان کئے ہیں ممکن ہے ان کی مراد یہ ہو کہ ایک افق سے ستاروں کو نوچ کر دوسرے افق کی طرف انہیں روانہ کر دینا، پھر کچھ ستاروں کا دھیرے دھیرے چلنا اور کچھ کا تیزی سے رواں ہو جانا۔ مچھلیاں جیسے سمندر میں تیرتی ہیں ایسے ہی یہ ستارے فضاؤں میں تیرتے ہیں، دوڑتے ہیں، اچھلتے ہیں، شہاب ثاقب بن کر برستے ہیں۔ کبھی پھیلتے ہیں اور کبھی سمٹتے ہیں اور ان کے مجذوبانہ افعال کا اثر زمینی زندگی پر بھی پڑتا ہے اور اگر یہ اشارہ مجاہدین کی طرف ہو تو وہ جس طرح شعلہ برق بن کر اعدائے دین کے خرمن پر پڑتے ہیں ان کی شان دیکھنے والی ہوتی ہے۔ ان میں ایک دوسرے پر سبقت بھی ہوتی ہے اور جنگی امور کی تدبیر بھی ہوتی ہے۔(3)

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝

''اور اُن فرشتوں کی جو نرمی سے جان کے بند کھول دیتے ہیں''۔

نشط کا معنیٰ ہوتا ہے کسی جگہ سے نکل جانا، بندھن کھول دینا۔ اگر کسی مشک یا ظرف میں ہوا یا پانی ہو اور اس کا بندھن کھول دیا جائے تو پانی اور ہوا آسانی سے باہر نکل جاتے ہیں۔ ناشط اس بیل کو کہتے ہیں جو بغیر روک ٹوک ایک علاقے سے دوسرے علاقے کی طرف چلا جائے۔ نشط وہ گرہ ہوتی ہے جو آسانی کے ساتھ کھل جائے۔ اسی طرح نشط ایک خاص کیفیت کا نام ہے جس میں انسان مستعد اور مسرور ہوتا ہے اس لئے اس لفظ کا معنیٰ خوش ہونا بھی لکھا گیا ہے۔ ابن فارس نے تو جھوم جانا بھی اس لفظ کا معنیٰ نقل کیا ہے۔

ممکن ہے قرآن حکیم نے اس آیت میں ستاروں کی باہمی کشش مراد لی ہو، اس لئے کہ وہ آسانی سے ادھر ادھر متحرک ہونے کے ساتھ ہی کشش کو قائم رکھتے ہیں گویا ان کی گرہیں کھلی ہوتی ہیں، تیز رفتاری بھی ہے اور نظم و ضبط کی پابندی بھی ہے۔(4)

جن مفسرین نے ان آیات کا مصداق مجاہدین کو ٹھہرایا ہے وہ بھی غلط نہیں اس لئے کہ جہاد تو استعداد و نظم و ضبط، پلٹنا اور جھپٹنا اور تیزی سے رواں ہونے کے بغیر ممکن ہی نہیں۔(5)

لیکن آیت کا اصل مصداق وہی ہے جو جمہور مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہاں ان فرشتوں کی قسم کی گئی ہے جو مومنین کی روحیں قبض کرتے وقت آسانی اور نشاط کے پہلو کو غالب رکھتے ہیں۔

پیر کرم شاہ الازہری نے خوب لکھا:

کہ فرشتے جب مومن کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں وہ روح پہلے ہی محبوب حقیقی کے وصال کے لئے بے تاب ہوتی ہے اور اس گھڑی کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوتی ہے جب قفس جسم سے اسے اذن رہائی ملے۔(6)

مومن کو قبض روح کے وقت کوئی تکلیف نہیں ہوتی علامہ اسماعیل حقی نے لکھا:

''یہاں آسانی سے مراد روحانی آسانی ہے اگر کسی صالح شخص کو نزع کے وقت تکلیف میں دیکھیں تو ہرگز اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اسے روحانی طور پر تکلیف ہو رہی ہے اور نہ ہی کافر کو موت کے وقت آسانی میں دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ روحانی اعتبار سے بھی پر نشاط ہے''۔(7)

ایک مفسر نے یہ بات اچھی لکھی ہے کہ کافر نزع روح کے وقت ہی سے برزخ کا عذاب سامنے آ جاتا ہے۔ اس کی روح اس سے گھبرا کر بدن میں چھپنا چاہتی ہے اور فرشتے اسے کھینچ کر باہر نکالنا چاہتے ہیں جبکہ مومن کی روح کے سامنے عالم برزخ کا ثواب، نعمتیں اور بشارتیں آتی ہیں تو اس کی روح تیزی سے ان کی طرف جاتی ہے۔ واللہ اعلم(8)

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝

''قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیزی اور قوت سے گھومتے ہیں''۔

سبوحہ عربی زبان میں کشتی کو کہتے ہیں۔(9) سبح کا مفہوم ہوتا ہے ''تیرنا''۔ آبی جہاز اور کشتیاں جب دریاؤں اور سمندروں میں رواں ہوتی ہیں تو راہوں میں کوئی آڑ پہاڑ نہیں ہوتا اس لئے تیزی اور سرعت کے ساتھ منزل مقصود کی طرف بڑھتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں مراد موت کے فرشتے ہیں جو روحیں قبض کرنے کے بعد تیزی سے آسمان کی طرف انہیں لے جاتے ہیں۔(10)

مجاہد نے کہا کہ سابحات سے وہ تمام فرشتے مراد ہیں جو تکوینی امور میں تیزی سے آسمان کی طرف سے زمین پر اترتے ہیں تاکہ اللہ

تعالیٰ کے لئے انقیاد و اطاعت اور امتثال امر ہو(11)

بعض بزرگوں نے سابحات سے مراد مجاہدین کے گھوڑے لئے ہیں(12)

قتادہ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے نزدیک سابحات وہ ستارے ہیں جو افلاک میں تیر رہے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (سورہ یٰسں:40)

''اور ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے''۔

حضرت عطا نے پانی میں چلنے والی کشتیاں مراد لی ہے۔(13)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''سابحات سے مراد مومنوں کی روحیں ہیں جو محبت الٰہیہ میں ڈوب کر شوق لقا کے ساتھ بدن سے پرواز کرتی ہیں۔''(14)

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝

''پھر ان فرشتوں کی قسم جو آگے بڑھ کر تا بہ مقصد پہنچ جاتے ہیں''۔

سابقات سبقت کے مادہ سے ہے اور اس کا مفہوم اور معنٰی ہوتا ہے آگے نکل جانا(15) حضرت علی رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابو صالح، مسروق اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے سابقات سے مراد فرشتے ہی لئے ہیں جو روحوں کو قبض کرنے کے بعد بڑی تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اور روحوں کو ان کے اچھے یا بُرے ٹھکانہ تک پہنچا دیتے ہیں(16) معنٰی یہ ہے کہ اللہ کا حکم ملتے ہی ہر فرشتہ تعمیل کے لئے دوڑ پڑتا ہے تاکہ اطاعت میں وہ سب پر سبقت لے جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں وہ کارکن فرشتے مراد ہوں جو تکوین وارشاد کا کام نبھانے میں اللہ کی طرف سے مامور نہیں۔ امام نسفی نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔(17) البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے مراد مومنوں کی وہ مشتاق روحیں لیتے تھے جو خود ہی فرشتوں کی طرف آگے لپک کر کہتیں کہ اللہ کے حکم پر ہم خود ہی حاضر ہیں(18)

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝

''پھر حکم کے مطابق تدبیر کرتے ہیں''۔

تدبیر کرنے والے فرشتے یا تو مراد یہ ہے کہ جس روح کے لئے آرام کا بندوبست کرتا ہے اس کے آرام کی تدبیر کرتا ہے اور جسے عذاب ور تکلیف میں ڈالنے کا حکم ہو اس کے وہ انتظام کرنا اور یا پھر اس سے مراد تکوینی فرائض سرانجام دینے والے فرشتے مراد ہیں(19)

علامہ آلوسی نے روح المعانی اور ابو منصور ماتریدی نے تاویلات اہل سنت میں ان قسموں کی مراد متعین کرتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ ان سے مراد کامل مومنوں کی ارواح فاضلہ ہیں۔ وہ عظیم اور لطیف روحیں جب جسم کے قالب میں ہوتی ہیں تو مرنے سے پہلے گویا اپنے جسم کی سواری سے کھینچی رہتی ہیں۔ جب حکم لقا آتا ہے تو شوق سے بدن سے عالم نشاط میں باہر آ جاتی ہیں۔ وہ خوشیوں اور مسرتوں میں ڈوبی ہوئی علیین کی طرف تیرتی ہوئی تیزی سے بڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں پھر یہ شرف اور عزت عطا ہوتی ہے کہ وہ ''مدبرات'' میں شامل ہو جاتی ہیں۔ جیسے فرشتوں کو تکوینی معاملات کی انجام دہی سپرد کی جاتی ہے ایسے ہی یہ ارواح فاضلہ اللہ کی طرف سے مختلف امور کی تدبیر کرتی ہیں(20) ان روحوں کے قالب جسم جن قبروں میں مدفون ہوتے ہیں وہاں زیارت کے لئے آنے والوں پر بھی ان کی برکات و آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝

''جس روز تھرتھرانے والی لرز جائے گی، ساتھ رہنے والی اس کے پیچھے ہی آ پہنچے گی''۔

علمائے تفسیر نے لکھا کہ پانچ قسموں کے بعد وہ بات حذف کر دی گئی جس پر قسم کی گئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہی آیات میں مقسم بہ موجود ہو یعنی قسم اس بات پر کی گئی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، تمہیں پھر سے زندہ کیا جائے گا اور وقوع قیامت کی کیفیت یہ ہوگی کہ کائنات میں زور دار جھٹکے پڑیں گے۔ ایک راجفہ ہوگا اور دوسرا رادفہ ہوگا۔ پہلا جھٹکا پہلی مرتبہ صور پھونکنے سے بپا ہوگا جس سے ہر چیز پر تباہی چھا جائے گی ور دوسرا جھٹکا دوسری مرتبہ صور پھونکنے سے بپا ہوگا جس کے بعد تمام مردے زندہ ہو کر زمین سے نکل آئیں گے۔ یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ مجاہد، حسن، قتادہ اور ضحاک نے اسی کو روایت کیا۔(21)

ابن کثیر نے یہ بھی لکھا کہ لرزش، زلزلے اور جھٹکے سے زمین اور پہاڑوں کو گویا کوفتہ بنا دیا جائے گا(22) ابن عربی نے لکھا کہ اس

اضطراب کی وجہ سے جسموں پر پہلے کپکپی طاری ہوگی اور پھر جان نکل جائے گی اور دوسرے جھٹکے سے دوبارہ جسموں میں روح ڈال کر زندگی کا جامہ پہنادیا جائے گا۔ راجفہ اور رادفہ دونوں کے درمیان چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔(23)

ابن زید نے کہا کہ راجفہ سے مراد زمین ہے اور رادفہ سے مراد قیامت ہے۔ یعنی راجفہ زمین کا شق ہوتا ہے اور رادفہ سے مراد اللہ رب العالمین کے حضور حاضر ہونے کا سامان پیدا ہوجانا۔(24)

عطا ابن ابی رباح کے نزدیک راجفہ قیامت ہے اور رادفہ زندہ ہوکر اٹھنا ہے(25)

خطیب شربینی نے لکھا ہے راجفہ سخت اور تیز آواز کو کہتے اور رادفہ مسلسل اور حیات آفریں آواز کو کہتے ہیں۔(26)

حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ جب تہائی رات گزر جاتی اور یہ بھی ہے کہ جب چوتھائی رات گزر جاتی تو حضور انور ﷺ کھڑے ہوکر فرماتے:

اے لوگو!

اللہ کو یاد کرو

راجفہ آ گئی

اس کے پیچھے رادفہ ہے

موت اپنے سامان کے ساتھ آ گئی

ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ!

اگر میں اپنے سب وقت میں آپ پر درود شریف ہی پڑھا کروں

آپ نے فرمایا:

اگر ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی تمام فکروں سے تجھے کافی ہوگا(27)

قُلُوبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ

''اس روز دل کانپ رہے ہوں گے، اس کی آنکھیں سہمی ہوں گی''۔

قلوب نکرہ موصوفہ ہے جس کی صفت واجفہ ہے۔ جملہ میں ''یومئذ'' واجفہ کا ظرف ہے۔ نکرہ موصوفہ سے ابتدا نحو میں درست تسلیم کی گئی ہے۔ اس طرح قلوب مبتدا ہوگا اور ''ابصارھا'' مبتدا ثانی ہوگا اور خاشعہ اس کی خبر واقع ہوگی اور ابصار کی اضافت ضمیر القلوب کی طرف ہورہی ہے، جبکہ قلوب میں ابصار تو ہوتی نہیں اس لئے یہاں معنی ''ابصار اصحابھا'' سے کیا جائے گا(28)

محی الدین شیخ زادہ لکھتے ہیں کہ قلوب پر لام استغراق کا داخل نہ کرنا یہ حکمت رکھتا ہے کہ یہ سارے دلوں کی اور آنکھوں کی کیفیت نہیں ہوگی کہ دل دھڑ کے جارہے ہوں اور آنکھیں ذلت سے پست ہوں(29) یہ حالت صرف منافقوں اور مشرکوں کے دلوں اور آنکھوں کی ہوگی، مسلمانوں اور ایمان والوں کی کیفیت یہ نہ ہوگی۔ وہ نہ تو حزن وملال کا شکار ہوں گے اور نہ ہی ان کی نگاہوں سے بے قراری ٹپک رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو اطمینان سے بھر دے گا۔ سورہ انبیاء نے ایمان والوں کی حالت خود بیان کی ہے:

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

''انہیں قیامت کا خوف اکبر غمگین نہ کرے گا اور فرشتے ان سے ملاقات کریں گے یہ ہے وہ دن تمہارا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا''۔

(الانبیاء:103)

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝

''کہیں گے کیا ہم پہلی زندگی کی طرف پھر پلٹائے جائیں گے''۔

سورہ عظیمہ نے یہاں تک لازوال سچائیوں کا لاہوتی نقشہ کھینچا۔ صدق اور عرفان کی خیرات بانٹی۔ قوی اور محکم دلائل کے ساتھ آخرت کے روحانی سفر کی جھلکیاں بیان فرمائیں۔ قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ نے ایمان اور یقین کو مستحکم کردیا۔ دل اور ذہن جب وقوع آخرت کے اعتبار سے اعتماد اور تسلیم سے بھر گئے تو ارشاد ہوا یہ سب کچھ ہوتے کہنے کے باوجود کافروں کی حالت یہ ہے کہ وہ کہتے پھرتے ہیں کیا ہم دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ آئیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ مفسرین نے ''یقولون'' کے قائل منکرین قیامت ہی قرار دئے ہیں(30)

لیکن یہ سوچنے اور ماننے میں بھی کوئی قباحت نہیں کہ اس جملہ کو اس تناظر میں سمجھا جائے کہ بروز قیامت جب زندگی کا لباس دوبارہ سے بدنوں کو پہنا دیا جائے گا تو وہ ازراہ استعجاب کہیں گے یہ زندگی ممکن کیسے ہوگئی؟ کیا ہم دوبارہ سے پلٹائے جانے والے ہیں۔ نیند سے فوراً بیدار ہونے والوں کی طرح ایک قسم کے ذہول میں ہوں گے۔تھوڑی ہی دیر میں جب حواس ٹھکانے آ جائیں گے تو حقیقت کھل جائے گی کہ انہیں دوبارہ زندہ کر دیا گیا ہے۔(31)

حافرہ کا مادہ حفر ہے جس کا معنیٰ زمین کا کھودنا ہوتا ہے۔گھوڑے کے سم کو حافرہ کہتے ہیں اس لئے کہ گھوڑا جب دوڑتا ہے اس کے پاؤں کے نشانات زمین پر بنتے چلے جاتے ہیں۔انسان بھی جب چلے تو گویا اس کے قدموں کے نشانات زمین پر بنتے چلے جاتے ہیں اور جب وہ واپس لوٹتا ہے تو اپنے ہی قدموں کے نشان اسے مل جاتے ہیں۔جن پر وہ پلٹ جاتا ہے اس کنایہ کا اطلاق پہلے والی حالت میں آ جانے پر ہوتا ہے(32)

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾

''کیا پھر بھی جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے''؟

پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ''نخرہ'' کیا چیز ہے؟

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں''نخرہ''ایسا درخت ہے جسے روند دیا جائے اور وہ پامال اور بوسیدہ ہو جائے۔(33)

ائمہ لغت نے یہ وضاحت بھی کی کہ کھوکھلا درخت جس میں ہوا داخل ہو کر مختلف سوراخوں سے نکلے اور آواز پیدا ہو(34)

نخری مجنون اور غافل اور مست ہو کر سونے والے کے خراٹوں کو بھی کہہ دیتے ہیں۔بقول راغب ناک میں گردش کرنے والی آواز نخیر ہوتی ہے

اسماعیل حقی فرماتے ہیں کہ نخرہ ہڈیوں کے گل جانے کو کہتے ہیں اور خشیب لکڑی کے گل کو کہتے ہیں۔(35)

نخرہ وہ ہڈیاں ہوں گی جو چھونے ہی سے ریزہ ریزہ ہو جائیں اور بعض اصحاب لغت نے یہ بھی کہا نخرہ گلی ہوئی ہڈیاں ہوتی ہیں اور ناخرہ وہ ہڈیاں جو اندر سے کھوکھلی ہوں۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا جب ہڈی کے اندر کا گودا گل جائے اور اس میں سے ہوا گزرنے لگے اسے نخرہ کہتے ہیں(36)

کفار اور منکرین از راہ مذاق اور تمسخر یہ کہتے ہیں کہ ہم جب اپنی قبروں میں پامال اور بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے کیا ہمیں پھر زندگی کا جامہ پہنایا جائے گا۔قرآن مجید کی اصل گرفت منکرین کے اسی رویہ پر ہے کہ وہ بجائے معاد کو تسلیم کرنے کے اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سنجیدگی سے کہتے ہوں کہ ذہن تسلیم نہیں کرتا کہ ہم بوسیدہ ہڈیوں میں بدل جانے کے بعد پھر سے زندہ ہو جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مقولہ ان لوگوں کی کیفیت بیان کرنے کے لئے ہو جب وہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر دیئے جائیں گے تو وہ ازراہ حیرت اور استعجاب یہ پکار اٹھیں گے کہ ہم زندہ کر دیئے گئے،قبریں کھل گئیں اور بکھری ہڈیوں کو جوڑ کر واقعی ہمیں زندگی سے ہمکنار کر دیا گیا۔

قَالُوۡا تِلۡكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾

''بولے یہ پلٹ جانا تو بہت نقصان والا ہوگا''۔

کفار یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ موت انسان کو پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کر دے گی اور انسان کی عاقبت محض پیوند خاک بن جانا ہے۔جب معاملہ بالکل الٹ اور اس کا عکس ہو جاتا ہے تو ان کا افسوس اس بات پر ہوگا کہ دنیا میں بدعقیدگی کی وجہ سے کوئی تیاری نہ کر سکے اور جس کے لئے کچھ نہ تیار کیا وہ روبرو پیش آ گئی سو لوٹنا گھاٹے کا ہو گیا تیاری جو کچھ نہ ہوئی۔

قرآن مجید کے اسلوب میں دلچسپی اور تعمق ملاحظہ ہو کہ پہلے والی آیات میں''یقولون'' کہا گیا اور اس آیت میں''قالوا'' کہا گیا۔فعل مضارع دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے اور قالوا ماضی میں جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے گویا قیامت کا انکار منکرین کی ہمیشہ کی عادت تھی وہ جہاں بھی اور جس روپ میں بھی تھے کسی نہ کسی طرح وقوع قیامت کے منکر تھے اور اس کا اظہار ان سے ہوتا رہتا تھا لیکن قیامت جب سامنے روبرو ہوگی تو احساس خسارہ اور گھاٹے کا تصور ایک بار کھٹک پیدا کرے گا پھر آخرت کی وادی جزا و سزا انہیں لقمہ بنا لے گی۔

فَاِنَّمَا هِىَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

''پھر تو یہ ایک ہی بار ہیبت طاری کر دینے والی لرزش ہوگی''۔

آیت میں''ھی''ضمیر دوسری مرتبہ صور پھونکنے کی طرف اشارہ کر رہی ہے ۔ زجرہ کا لغوی معنیٰ چیخ ہے۔گویا یہ تیز اور سریع آواز

یک جھٹکے کی مانند ہوگی جب لوگ زندہ ہو کر اٹھ جائیں گے، وہ کیا وقت ہوگا جب اذان حیات کے ساتھ ہی بوسیدہ ہڈیوں کے اندر زندگی متحرک ہو جائے گی اور بعث اور حشر کا سامان نظر آنے لگ جائے گا۔

فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾

''تو یکا یک وہ ایک میدان میں ہوں گے''۔

ساھرہ ''سھر'' سے ماخوذ ہے۔ یہ لفظ راتوں کے جگراتے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ دہشت اور وحشتیں چونکہ رات کی نیند اڑا دیتی ہیں اس لئے ساھرہ زمین کا وہ حصہ ہے جس میں دہشت انگیزی ہوش اور ہواس کو اڑا دے۔ چٹیل اور ہموار زمین کو بھی ساھرہ کہہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں ہر چیز سراب معلوم ہوتی ہے۔ جب منزل کا تعین کسی میدان میں مسافر کے لئے مشکل ہو جائے تو اس میدان کو ساھرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جاری پانی کے چشمے کو بھی ''عین ساھرہ'' کہتے ہیں۔ ساھرہ ایسا میدان ہوگا جس میں ریت بہتے ہوئے پانی کی طرح نظر آئے۔ راغب اصفہانی نے روندی ہوئی زمین اس سے مراد لی ہے اس اعتبار سے بھی ویران جنگل ساھرہ ہوگا۔ (37)

حضرت سفیان ثوری ساھرہ سے مراد شام کی سرزمین لیتے تھے۔ حضرت وہب بن منبہ نے فرمایا ساھرہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔ اسماعیل حقی نے لکھا ہے اریحا پہاڑ کے گرد و نواح میں واقع زمین ساھرہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے کہ اس سے مراد چاندی کی سرزمین ہے جسے اللہ سر محشر ہی پیدا فرمائے گا۔

عثمان بن ابی العالیہ کے بقول کو ساھرہ کہا گیا (38)

حضرت قتادہ نے کہا کہ ساھرہ جہنم ہے۔

ابن کثیر نے کہا کہ روئے زمین کو ساھرہ کہا گیا اور یہی صحیح ہے۔ (39)

آیت میں زور تو اس بات پر دیا گیا ہے کہ بندے کو دوبارہ لباس حیات سے آراستہ کر کے اللہ تعالیٰ کا اپنے روبرو پیش کر دینا کوئی امر محال نہیں ہے۔ سمندر کیڑا ہے جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور آگ ہی میں جیتا ہے۔ برف کے ٹھنڈے تودوں کے نیچے اللہ ہی جاندار مخلوق پیدا فرماتا ہے اور یہ اللہ ہی ہے کہ آگ میں تپتے ہوئے لوہے کے سرخ ٹکڑوں کو شتر مرغ کھا جاتا ہے لیکن اسے ہوتا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کچھ مستبعد نہیں اس نے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تو دوسری مرتبہ بھی وہ حیات سے ہمکنار کر کے حساب لے لے گا بات تو مضبوط ایمان کی ہے (40)

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ﴿١٥﴾

''کیا آپ کے پاس حدیث موسیٰ پہنچی''؟

اس آیت سے پہلے اس سورت کے اندر عمومی طور پر عقیدہ توحید اور ایمان آخرت کے حوالے سے جو حقیقتیں قاری قرآن کے سامنے لائی گئی ہیں وہ اس وسیع کائنات کا اللہ کے دست قدرت میں ہونا ہے۔ نظام تکوین میں سریع الحرکت فرشتوں کا ہمہ دم اللہ کی بندگی اور اطاعت میں حوادث عالم سے ارشاد و تکوین کی منزلوں کو متقارب کرنا ہے۔ تخلیق کائنات کا منطق انجام تخریب نہیں تکمیل ہے اور اس کے لئے قوت اور طاقت چاہئیے اور وہ خالق کائنات کے لئے ثابت ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے اس کی حیات اور موت کی ڈور اس اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کی اصل ضرورت بندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت کے سامنے سرافندگی ہے۔ انسان اللہ کو الٰہ، قادر اور معبود مان کر تکمیل کائنات کے الوہی پروگرام کا حصہ بن سکتا ہے لیکن اگر وہ انکار کرے گا تو یہ سرکشی ہوگی۔ چھوٹا سا در یا اپنے مخالف نہیں چلنے دیتا تو وہ الٰہ جس کے ہاتھ میں ساری کائنات ہے اس کی مخالفت کیسے کی جا سکتی ہے۔ کچھ وقت کے لئے ایسا ڈھیٹ انسان بچ سکتا ہے لیکن اسے یہ مہلت نہیں دی جا سکتی کہ وہ تخریب و فساد ہی میں ہمیشہ منہمک رہے بالآخر اسے گردن سے مروڑ دیا جائے۔

مکہ کے مشرکین اور معاد کے منکرین جب سرکشی کے مرض ہی میں سرتا پا ڈوب گئے اور ڈھٹائی کا سرطان ان کے بال بال کے نیچے گھس گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک سرکش کے انجام کی کہانی سنائی۔ وہ بڑ بولا فرعون کس طرح موسوی گرفت میں آیا۔ اس کے انکار اور تباہی کی دردناک کہانی قرآن مجید میں جا بجا بکھری ہوئی ہے لیکن ایجاز اور تاثیر کے معجزاتی اسلوب میں یہاں ایک بار پھر اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ انسان سمجھ جائے کہ طاقتور افراد بھی اللہ کے عذاب اور غضب کے مقابلے میں کچھ نہیں لاشئی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی عقائدی تحریکی، روحانی اور معاشرتی عظمتوں کو قرآن حکیم نے اس سورت میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چھوا ہے اور ان کے کردار سے مومنوں کو جوش دلایا گیا کہ وہ رسالت مآبؐ کی اطاعت میں کوئی کمزوری نہ دکھائیں، ہر فرعون کا انجام غرق ہونا ہے اور موسوی عقیدہ جس روپ میں ابھرے بالا دستی اس کی تقدیر ہے۔ وقت کے شیطان فرعون ہوں یا یزید خدا کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

قرآن مجید میں ایک مزیدار بات بڑا لطف بانٹتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرنوشت کو منسوب "حدیث موسیٰ" سے کیا گیا ہے۔ ہو نہ ہو اس کے اندر یہ راز پوشیدہ ہو کہ فرعون تباہیوں کی علامت ہے اور موسیٰ علیہ السلام اصلاح اور عبادت کا روشن نشان ہیں۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ عنوان زندگی کوئی سرکش انسان نہیں ہوا کرتا اللہ کے صالح بندے ہوتے ہیں۔ فرعون کے نام تو جوتیاں کھانے کے لئے چلتے ہیں۔ عزت کی حدیثیں اور کہانیاں پیغمبروں ہی کی ہوسکتی ہیں۔ قرآن کا اصل زور تو اس پر ہے، موسیٰ کی عظمتوں کا عالم یہ تھا حضور ﷺ کی رفعتوں کا عالم کیا ہوگا۔ اس حکم کا اخذ کرنا غیر قرآنی نہیں بلکہ "هل اتک" میں مخاطب کی ضمیر اس واشگاف نکتہ کو رسول کریم ﷺ کی فضیلت کا عنوان بنا دیتی ہے۔

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٦﴾

"جب اُن کے رب نے مقدس وادی طویٰ میں انہیں آواز دی"۔

آیت کی چار تفسیری توجیہات ہیں:

پہلی توجیہ وہ ہے جس کو جمہور مفسرین نے اختیار کیا ہے یعنی طویٰ کی مقدس سرزمین میں موسیٰ علیہ السلام کے رب نے انہیں آواز دی۔ یہ لفظ اللہ کی پاک بارگاہ میں موسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کو متعین کرتا ہے۔ وادی طویٰ مدائن اور مصر کے درمیان ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب موسیٰ علیہ السلام مدائن سے واپس ہو رہے تھے۔ جب آپ طور کے دامن میں پہنچے تو آگ کی ایک چمک دیکھی، آپ رات کے اندھیرے میں اس آگ کی طرف بڑھے تو وہاں ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں، جوتے اتار دے، آپ وادئ مقدس طویٰ میں ہیں (41)۔

آیت کی قابل فہم دوسری توجیہ یہ ہے کہ دامن طور کے طویٰ کیوں کہا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ طوی طیّ سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ لپیٹنا اور سمیٹنا ہوتا ہے چونکہ یہ ارض مقدس برکتوں میں لپیٹی ہوئی تھی اس لئے اسے طوی کہا گیا۔ عربی میں "مطوی" بہت پڑھے لکھے عالم کو کہہ دیتے ہیں گویا اس نے کتابوں کی کتابیں اپنے سینے میں سمیٹی ہوتی ہیں۔ اس لئے اسے مطوی کہہ دیتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے علم تورات کے جلوے چونکہ یہیں سمیٹے اس لئے اس مقدس وادی کو طوی کہہ دیا گیا ہے (42)۔

تیسری توجیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی ہے (43) وہ فرماتے ہیں کہ طوی ثُنیٰ کی طرح ہے کسی کام کا دہرا ہونا، چونکہ اس وادی کا تقدس دوہرا تھا اس لئے اسے طوی کہہ دیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو موسیٰ علیہ السلام سے تخاطب کی نسبت سے دو مرتبہ تقدس بخشا (44)

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ عربی زبان میں طویٰ کے بعد آنارات کا ایک حصہ گزارنے کے بعد آنے کے لئے مستعمل ہے۔ اس طرف اشارا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی آمد رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد ہوئی تھی۔

یہ بات بھی ذہن میں آتی ہے کہ طوی طینی سے ہو تو لپیٹنے کا مفہوم یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے محبت کی منزل پر رسائی کے لئے مسافتیں سمیٹ دی گئی تھیں یعنی زمین سکڑ گئی تھی اور آپ آسانی سے وہاں جلوہ افروز ہوگئے تھے۔ اس مناسبت سے دامن طور کو وادی طوی سے تعبیر کر دیا گیا۔

شوکانی نے اس لفظ کا معنیٰ "یا رجل اذهب" سے بھی لیا۔ (45)۔

"او صاحب چلے جاؤ"۔

زجاج نے بھی یہی لکھا کہ یہ "طاوی" سے عبارت ہے۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾

"جائیے! فرعون کی طرف بے شک وہ سرکش ہوگیا"۔

بقعہ رحمت طوی سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ وہ فرعون کی طرف جائیں اس لئے کہ اس نے سرکشی کی ہے۔ بڑا پُر معنی جملہ ہے جس کے ساتھ موسوی تحریک کے خدوخال واضح کئے جا رہے ہیں۔ طغی طغیان سے ہے، حد سے متجاوز ہونا۔ فرعون اپنی حد انسانیت سے آگے نکل گیا اور تکبر کے ساتھ سر اٹھایا، نہ حق اللہ کا خیال رکھا اور نہ ہی مخلوق کے حقوق کی رعایت کی، خالق اور مخلوق دونوں کے معاملہ میں کمینگی پر اتر آیا۔ نطفہ حقیر سے پیدا ہونے والے بے مایہ انسان نے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا اور اللہ کی مخلوق پر ظلم کی انتہا کر دی۔ آیت میں اگر ایک طرف فرعون کی سرکشیوں کا ذکر ہے تو دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کا تزک و احتشام کے ساتھ فرعون کو دعوت توحید دینے کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا جانا ظاہر ہے تیاری کے ساتھ تھا۔ جوہر ایمانی کی چمک کے ساتھ تھا۔ آپ کے دل میں شعلہ دعوت پوری طرح روشن

کر دیا گیا تھا۔ یہ باتیں کس چیز سے پتہ چلیں؟ اس سے کہ رب نے انہیں وادی مقدس میں آواز دی۔ آواز کی کیفیت کیا تھی موسیٰ علیہ السلام ہی کو معلوم تھی لیکن قاریٔ قرآن صرف یہ محسوس کر سکتا ہے کہ موسیٰ نے یہ آواز سنی، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی آواز سننے کی اہلیت بخش دی اور حکم دیا کہ اب فرعون کا تختہ الٹنے کے لئے اٹھ کر نکل پڑیں۔ پہلے اسے سمجھائیں اور اس کے سامنے ہدایت کا چراغ روشن کریں۔ اس آیت میں اصل نکتہ جو قابل فہم ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنا کر فراعنہ قریش کو متنبہ کرنا ہے کہ وہ اپنی ہٹ دھرمیوں سے باز آ جائیں ورنہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔ قرآن کا قاری یہ بات بھی اپنے دل میں اتار لے کہ قرآن حکیم کا ترمیتی نظام اپنانے ہی میں خیریت ہے۔ سچائی کا جھنڈا ہمیشہ بلند رہتا ہے اور جھوٹ فرعون ہو یا نمرود، ابوجہل ہو یا یزید، اس کا مقدر سرنگوں ہونا ہے۔

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ۝١٨

''تو فرمایئے! کیا تو چاہتا ہے کہ تو پاک ہو''۔

رب کریم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیج کر فرمایا تو اس فرعون سے کہہ دے، کیا تو چاہتا ہے کہ پاک صاف ہو جائے؟ نبوت کی پہلی آواز فکری، روحانی، ذہنی، عملی، اعتقادی اور معاشرتی تزکیہ ہے۔ آیت دینی دعوت کا مزاج بھی متعین کرتی ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا باغی اور طاغی کیوں نہ ہو اس سے دھیمے لہجے اور متوازن اسلوب میں مقصد پر مضبوط گرفت کے ساتھ گفتگو کرنا مسنون انداز تبلیغ ہے۔ داعی کو بہر حال ہدایت اور تزکیہ ایسے مقاصد کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ قرآن حکیم میں تزکیہ کا لفظ اعتقادی سربلندی یعنی اسلام کے قبول کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ شرک اور فسق کی غلاظتوں سے بچنا جہاں تزکیہ میں داخل ہے وہاں توبہ اور انابت کا راستہ اور زندگی میں ''قیام سنت'' کا سلوک بھی تزکیہ میں شامل ہیں اور زکوۃ اور تزکیہ یہ بھی تقاضا کرتے ہیں کہ نظام مصطفےٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والوں کو مالی قربانیوں کی راہ بھی اپنانی چاہئے۔ فرعون کو تزکیہ کی دعوت دینے کا صاف اور واضح مطلب یہی تھا کہ وہ شرک کا راستہ چھوڑ دے اور فسق، فجور کی غیر فطری اور نامناسب حالتوں سے باہر نکلے۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے قرآن کا یہ مختصر بول بندگان خدا کی زندگی کا مقصد اظہر من الشمس کر دیتا ہے۔

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝١٩

''اور میں تجھے تیرے رب کی طرف ہدایت دوں تو تُو ڈرنے لگے''۔

اس آیہ کریمہ میں تین نکات قابل غور ہیں:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا اور ہر رسول اور ہر نبی ہدایت ہی کے پیغمبر ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کاروان انسانیت کسی ہادی کے بغیر ہدایت نہیں پا سکتا لیکن فضول نکتہ سنجیوں سے رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت سے انکار کی راہ نہیں نکالی جا سکتی۔ آپ ﷺ ہر معنیٰ میں خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں جن لوگوں نے تاویلات رذیلہ سے کفر کے دروازے کھولے ہیں، ان کے اجتہادات باطل ہیں اور ان کے پلے میں سوائے کفر کے کچھ نہیں بچا۔

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعثت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تین چیزیں جوڑی ہیں۔ تزکیہ، ہدایت اور خشیت۔ تزکیہ جملہ عقائدات اور اعمال میں صاف ستھرا ہونا ہے اور ہدایت معرفت کے معنوں میں ہے اور خشیت اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے دل میں محبت آمیز قسم کے خوف کو کہا گیا ہے۔ الفاظ کا تعلق زندگی کے تمام محاسن کو گھیرے ہوئے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام گویا پورے نظام کے ساتھ وارد ہوئے تھے۔ آپ کا ایک ایک لفظ تزکیہ، ہدایت اور خشیت کا ضامن تھا، اس لئے کہ فرعون جس دعویٰ پر جما ہوا تھا اس کا ایک ایک حرف ظلمت و اندھیرا تھا۔ اس کی نفسانی ظلمتوں نے پوری قوم کو دبیز تاریکیوں میں غرق کر رکھا تھا۔

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ ہدایت کی غایت خشیت ہے اور جملہ امور کی اصل بھی یہی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو خائف ہوتا ہے وہ رات کے پہلے حصہ میں نکل پڑتا ہے اور وہ منزل پر بھی پہنچ جاتا ہے''۔(46)

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝٢٠

''پس انہوں نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تشریف لے گئے۔ اس متمرد، سرکش اور ڈھیٹ انسان سے انتہائی نرمی کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ آپ کے لہجے میں زیبائی موجود تھی۔ آپ نے منطق کے ہر پہلو کو ملحوظ خاطر رکھا۔ دردمندی کے ہر اظہار کو اس کی ہدایت کے لئے بطور وسیلہ استعمال کیا، لیکن اس مغرور انسان پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا، بلکہ اس نے جادوگروں اور سحر کاروں سے مدد لی اور کوشش کی دعوت نبوت کو نہ صرف یہ ٹھکرا دے بلکہ ناکام بنا دے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے بڑے معجزے کے دکھانے سے اس کی فکر، عقل اور شعور کی گرہیں کھولنا

چاہیں تاکہ وہ غرور اور تکبر کے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔

بڑی نشانی سے مراد بڑا معجزہ ہے (47) یعنی عصائے کلیمی کا اعجاز کہ وہ سر محفل اژدھا بن گیا اور فرعونی سازش اور اس کے جادوگروں کے کافرانہ کرتب کو ناکام بنا دیا اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو پھر وہ عصائے اعجاز نما کی صورت میں ڈھل گیا۔ خیرہ چشم انسان یہ نہ سمجھ سکا کہ دنیا کے بے جان و حقیر سلطانوں کی عقل جہاں صدیوں بعد نہیں پہنچ سکتی انبیاء کے ہاتھ میں پکڑے لکڑی کے ڈنڈوں میں وہ شعور موجود ہوتا ہے، اطاعت موجود ہوتی ہے، تسلیم خم کرنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے اگرچہ سب کچھ اللہ کے اذن سے ہوتا ہے لیکن رسولوں کی دعوت اور خدا کی قوت کا رخ دو طرف نہیں ایک ہی طرف ہوتا ہے۔ سمجھنے والی بات تو یہی ہے اور تزکیہ سے ہدایت اور ہدایت سے خشیت کے مراحل اس فکر سے طے ہو سکتے ہیں۔

بڑے معجزے سے مراد بعض مفسرین نے "ید بیضا" بھی لیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات پہلی ہی ہے (48)۔

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾

"پس انہوں نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی، پس اُس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پلٹا کوشش کرتے ہوئے"۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا ردعمل قرآن حکیم ان تین آیات میں بیان فرماتا ہے کہ فرعون نے موسوی تحریک اور نبوی دعوت کی تکذیب کر دی اور عصیاں شعار بن گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تصدیق جیسے اطاعت کو جنم دیتی ہے ایسے ہی تکذیب گناہوں بھری زندگی کا مقدمہ بن جاتی ہے۔ فرعون بجائے اس کے کہ موسیٰ علیہ السلام کے شفقت آمیز لہجے سے ہدایت حاصل کرتا اور آیت کبریٰ کو دیکھ کر خشیت کی راہ لیتا، اس نے پیٹھ پھیری اور مقابلے کی تیاری میں مگن ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور نظام دونوں کو بکھیرنے کے درپے ہو گیا۔ اس نے خیال کیا کہ آج اگر وہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ نہ کر سکا تو وہ عملاً مر جائے گا۔ اس نے اپنی طاغوتی افعال پر مبنی زندگی کا سہارا تلاش کرنا شروع کیا۔ گلی گلی اعلان ہوئے اور کوچہ بکوچہ سحر کاروں کی تلاش میں شاہی ہرکارے پھر گئے، وہ سمجھ نہ سکا وہ جو کچھ کر رہا ہے اپنی ذلت اور تباہی کا سامان اکٹھا کر رہا ہے۔ سلطنت کے باہر اور اندر سے جادوگر جمع ہو گئے۔ بڑے بڑے انعامات کی لالچ میں آنے والوں کو فرعون نے یہ بھی کہہ دیا کہ یہ شخص مصر کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اس کا ارادہ یہ بھی ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد کے مذہب اور تہذیب کو مٹا دے۔

فرعون نے جمع کیے گئے لوگوں میں لاف زنی کی، چیخا پکارا اور بڑھکیں ماریں لیکن اسے کیا پتہ تھا کہ سچائیوں کے صراط مستقیم پر چلنے والے عصیاں شعاری کے پسینہ میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی چیخ و پکار کی پروا نہیں کرتے، انہیں اپنے اللہ کی رضا کا پرچم بلند رکھنا ہوتا ہے۔

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾

"پھر بولا" میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں"۔

علامہ محی الدین قوجوی حنفی لکھتے ہیں: فرعون کا یہ کہنا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ اس کے فکری، اعتقادی اور روحانی مغالطوں کے خبث کی وجہ سے تھا اس لئے کہ اس قسم کا سنگین اور گندا جملہ کوئی مجنون شخص ہی کہہ سکتا ہے جبکہ فرعون کو مجنون اس لئے بھی نہیں کہا جا سکتا کہ انبیا، مجنون کی طرف مبعوث نہیں ہوتے، باغیوں طاغیوں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے ہیں (49)۔

اصل میں مصری سورج کو معبود اعظم مانتے تھے، بادشاہ کو اس معبود کا اوتار سمجھتے۔ اس اعتبار سے ان کا بادشاہ معبود تصور کیا جاتا۔ فرعون کا رب مانا جانا اس عقیدہ کے قبیل سے تھا۔ ابن عطیہ نے المحرر الوجیز میں بادشاہ پرستی کے مذہب کا حوالہ دیا ہے۔ (50) اس احمقانہ عقیدہ کی ظلمت آج بھی جاپان کے اندر دیکھی جا سکتی ہے، ان کا بادشاہ میکاڈو بالکل فرعون ہی کا ترجمہ ہے۔ فرعون بادشاہ پرستی کا موجد تھا یا گندی تہذیب کے گھسے پٹے عقیدہ کا تازہ مظہر تھا۔ یہ ایک دوسری بحث ہے لیکن مشرکانہ رسوم کا بدکردار نگہبان فرعون موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے روبرو تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے یہ دعویٰ باطل رکھ کر اپنے لئے ذلتوں اور عذابوں کا ساماں خود جمع کر لیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر ربوبیت کی موسوی دعوت کو سمجھ نہ سکا۔ فرعون اس زعم باطل میں مبتلا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام تو اس کی سلطنت کے مقہور شہری تھے انہیں کیسے حوصلہ ہو گیا کہ انہوں نے بنی اسرائیل میں آزادی کی روح پھونک دی۔ باطل عقائد کے وجود پر زوردار ضرب لگائی۔ وہ پاگل نہیں تھا لیکن پاگلوں کی طرح بولے جا رہا تھا کہ وہ صرف خدا ہی نہیں خداؤں کا خدا ہے۔ یہ فرعون کی طرف سے رعونت اور سرکشی کی انتہا تھی۔ اس نے اپنی نفسیاتی ذلت کے لئے مددگار کی حیثیت سے چند جادوگروں کو بھی بلا لیا تھا لیکن عصائے موسوی نے ان کرتبوں کو نگل کر برسرعام اعلان کر دیا کہ رب الہ موسیٰ کا ہی ہے۔ اس کی معبودیت اور ربوبیت قابل تسلیم ہے۔ فرعون عملاً تو آج کے دن ہی اوندھا ہو گیا تھا، جب اس کے بلائے ہوئے مددگار موسیٰ علیہ السلام کے رب کے سامنے سر نیاز جھکائے ہوئے مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے تھے۔ ہر بڑ بولے کا

مقدر ذلت ہے خواہ وہ کسی بھی روپ میں ابھرے۔ فرعون اپنے زمانے میں اور یزید اپنے دور میں لعنتوں کے حصاری ہیں۔ ان کے حاشیہ نشین کب تک انہیں بچائیں گے۔ تف ہے بادشاہ پرستی کی لعنت بالائے لعنت۔

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾

''تو اللہ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عبرت آموز عذاب میں پکڑ لیا''۔

اللہ تعالیٰ نے اس باغی اور طاغی شخص کو گرفتارِ عذاب کر لیا۔ ''نکال'' کا لغوی معنیٰ کسی کام کے کرنے سے عاجز آ جانا ہوتا ہے۔ کمزوری اور ناتوانی کے لئے بھی اس لفظ کے مختلف مادے استعمال ہوتے ہیں۔ نکل پاؤں میں پڑی اس بھاری زنجیر کو کہتے ہیں جو چلنے سے بندے کو عاجز کر دے۔ سزا چونکہ گناہوں اور معصیتوں سے روکنے کے لئے ہوتی ہے اس لئے اسے ''نکلول'' کہہ دیتے ہیں (51)۔

فرعون کو گرفتارِ عذاب و نکالت کرنا اس کے لئے بربادی اور سزا تو تھی ہی لیکن اس معاشرے کے لاکھوں لوگوں کو گندے کرتوتوں سے روک دینا تھا۔ وہ لوگ جو مکھیوں مچھروں کی پوجا کرنے کی انتہا کو چھو چکے تھے۔ یہ بھی نہیں حقیقت ہے کہ فرعون کی حیثیت اللہ کے سامنے مکھی مچھر سے بھی حقیر تر تھی۔ کتنے بدبخت لوگ ہوتے ہیں جو اپنی ہی طرح کے انسانوں یا بے توقیر چیزوں کی عبادت کر کے اپنے وجود سے غیرت، زندگی، روحانیت اور حریت سب خوبیاں کچل دیتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے نکال الاخرۃ سے مراد آخرت کا عذاب اور الاولیٰ سے مراد دنیا کی بربادی لکھی ہے۔(52)۔ اخروی سزا کو پہلے اس لئے بیان کیا ہے کہ وہ شدید بھی ہے اور طویل بھی ہے۔ سید قطب لکھتے ہیں عذاب آخرت کا پہلے ذکر کرنا سورت کے عمومی عنوان سے گہری مناسبت رکھتا ہے اس لئے اسلوب اور بلاغت کا حسن اس کا متقاضی تھا۔ دنیوی سزا جو فرعون کو ملی وہ دریا میں اس کا اور اس کے یاروں انصاروں کا پانی میں غرق ہونا ہے۔ سوچئے دیکھنے والوں کے لئے بھی کتنی عبرتیں جنم لے رہی تھیں جب الوہیت کے دعویدار کو پانی میں ڈبکیاں لگ رہی تھیں۔ کتنا دردناک انجام ہے اس شخص کا کہ آج بھی اس کی لاش کو حنوط کر کے عجائب گھر میں رکھ دیا گیا ہے اور اوپر لکھا ہوا ہے کہ یہ وہ احمق انسان تھا جو اپنے بارے میں خدا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ بت پرستوں کے لئے اس قرآنی جملے میں کتنی نفسیاتی تعزیریں پنہاں ہیں۔

استاذ زحیلی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا:

''اولیٰ سے مراد فرعون کی زبان سے نکلنے والا پہلا شرکیہ کلمہ ہے اور الاخرہ سے مراد سرکشی کی راہوں میں الوہیت کا اور ربوبیت کا دعویٰ کر دینا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دونوں کلموں کے درمیان چالیس سال کا زمانہ فترت و ضلالت ہے''۔(53)

مجاہد کے نزدیک دنیا کے عذاب سے مراد وہ ذلت ہے جو بحیثیت بادشاہ اسے اس وقت پڑی جب جادوگروں سمیت اسے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ذلیل ہونا پڑا اور آخرت کے عذاب سے مراد دوزخ اور جہنم کی آگ میں جلنا ہے۔(54)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾

''بے شک اس میں ضرور عبرت ہے اُس کے لیے جو ڈرے''۔

اس آیت میں غور و فکر کے صد ساماں جمع کر لئے گئے ہیں:

ایک تو یہ بتایا گیا کہ ''صاحب خشیت'' کے لئے اس واقعہ اور سرگزشت میں یقیناً سامان عبرت ہے۔ وہ بہت کچھ سیکھ اور سمجھ سکتا ہے۔ دوسرا صاحب خشیت کا مقام اور فضیلت بھی پتہ چلی کہ وہ شخص جس کا دل خوف خدا اور احساس ذمہ داری سے لبریز ہو وہ مصحف کے سینہ سے آیات عذاب جب ابھرتی دیکھتا ہے، عبرت حاصل کرتا ہے اور آیات نعمت پڑھ کر شکر ادا کرتا ہے۔

آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں تقویٰ نہ ہو اور ان کے ذہن آمادگی سے خالی ہوں، ان عبرت آموز حکایات سے وہ کچھ بھی نہیں سیکھ سکتے۔ ایسوں کے لئے تو پھر قیامت کا راجفہ، رادفہ اور واجفہ ہی ہے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿٢٨﴾

''کیا تمہاری تخلیق زیادہ مشکل ہے یا آسمان جسے اُس نے بنایا، اس کی چھت کو بلندی بخشی پھر اُسے موزوں بنا کر استحکام بخشا''۔

ان دو آیتوں کو سمجھنے کے لئے ایک تمہیدی بات پر غور و فکر کرنا از حد ضروری ہے۔ انسانی معاشروں کی ہمیشہ یہ بدقسمتی رہی ہے کہ کھاتے پیتے لوگ اپنے اقتدار اور دولت کے اعجاز سے غریبوں کو گمراہ کر کے ان کے الٰہ اور خدا بن جانا چاہتے ہیں۔ سورہ النازعات میں ایک ایسے ہی سرکش اور ضدی انسان کی ڈھٹائیوں کو عنوان دعوت بنایا گیا۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور حقیقت تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کے نزدیک وہ ایک مسافر، مظلوم اور مقہور انسان تھے۔ وہ جس قوم کو لے کر آگے بڑھنا چاہتے تھے وہ فرعون کے نزدیک پسی ہوئی ذلیل

قوم تھی۔ فرعون اپنے آپ کو خدا تسلیم کروانے پر تلا ہوا تھا۔ جب وہ اپنے کرتب و کرتوت اور احمقانہ مہارتوں کے حصار میں موسیٰ علیہ السلام کے روبرو ہوا، اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ایک لکڑی اژدھا بنی اور اس کے کئے ہوئے کو نگل گئی۔ جہنم کے لئے یہ بات کافی ہوتی ہے کہ لکڑی کو جو ذات ذی روح اژدھا بنا کر پھر اسے اپنی اصلی حالت میں پلٹا سکتی ہے۔ اس کے لئے کوئی دشوار نہیں کہ مردہ انسان کو دوبارہ زندگی کا جامہ پہنائے اور حساب و کتاب کے لئے کٹہرے میں کھڑا کر دے۔ فرعون کے ساتھ تو جو کچھ ہوا سو ہوا، مکہ کے معاندین، مشرکین اور منکرین کو سمجھایا گیا کہ یہ رحمت کی حکایت آنکھیں کھول نہیں دیتی۔ چلو کذب آلود معاشرے کے گمراہ لوگ ایسی صداقتوں کو کب مانتے ہیں۔ انہیں سمجھایا گیا تم صبح شام اپنی نظروں سے اس بڑے آسمان کو دیکھتے رہتے ہو، خود فیصلہ کرو اس کا بنانا مشکل ہے یا پانچ چھ فٹ کے انسان کو دوبارہ سے بنا دینا دشوار ہے۔

سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ کائنات ابتدائی حالت میں ایک کثیف دھاگے سے جکڑی ہوئی تھی۔ خالق کائنات نے اسے لٹو کی طرح گھمایا جو کھلتے کھلتے آج کی وسیع کائنات ہو گئی، تو جس ذات نے ایک حرکت سے یہ ارض و سما اور شمس و قمر کی بزم سجا دی اس کے لئے انسانوں کو پھر تخلیق کا جامہ پہنانا کوئی مشکل نہیں۔

''سمک'' کی تشریح میں امام رازی کا یہ قول دلچسپ ہے کہ کسی چیز کی بلندی کا اگر اوپر سے نیچے اندازہ لگائیں تو وہ عمق ہوتا ہے اور اگر نیچے سے اوپر کی جانب کی چیز کی بلندی کا اندازہ لگانا ہو تو اسے سمک کہتے ہیں (55)۔

''تسویہ'' کا معنی آیت میں ہر جہت سے کسی چیز کو منظم کرنا اور اسے موزوں بنانا ہوتا ہے۔ (56) واللہ اعلم

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾

''اور اس نے اس کی شب کو گہرا تاریک کر دیا اور اس کی روشنی ظاہر کی''۔

رات کو تاریک بنانا اور دن کو روشن کرنا، جس عمود اور مرکز کے گرد گھومتے دکھائی دیتے ہیں وہ حضرت انسان کی عبرت گیری ہے۔ وہ دونوں انقلابات کو خود تجربہ کے میدان میں چھوتا ہے۔ نور و ظلمت کا پے در پے آنا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ دن کے روشن ہونے کے ساتھ ہی ہزاروں مناظر اس کی نگاہوں میں ہدایت کے روشن نشان بن کر سما جاتے ہیں اور رات ہوتے ہی سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ نور و ظلمت کا اس مختصر وقت میں عظیم انقلاب آنکھوں کے ساتھ ذہنوں کو بھی کھولتا ہے کہ انسان کی مختصر زندگی دن کی طرح ہے اور رات قبر کی مانند ہے جیسے دن اور رات کا مسلسل عمل قادر مطلق کی عظمتوں پر دلالت کرتا ہے، ایسے یہ ہر طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو موت کے بعد پھر زندگی سے نواز دے۔

آیات میں ''ھا'' ضمیر کا تکرار جہاں مطالب اور مفاہیم کو گہرا کرتا ہے وہاں پر نشاط نغمگی کو بھی جنم دیتا ہے۔

قرآن مجید نے رات اور دن کے ظہور کو آفتاب اور آفتاب کو آسمان سے منسوب کیا ہے (57) یہ بات عالم الاسباب میں اشیائے کائنات کا ایک دوسرے پر اثر ہے۔ یقیناً اس جہان رنگ و بو میں مسبب الاسباب کا ارادہ ہی حرکت پیدا کرتا ہے اور انقلابات زمانہ ہدایت کی روشنیاں بانٹنے لگ جاتے ہیں لیکن اندھا انسان کیا دیکھے اور کیا جانے۔

سائنس نے آج بلاشبہ اپنے ارتقائی انقلابات کے ساتھ آغوش انسانیت کو مالا مال کیا ہے لیکن حضور ﷺ کی نگاہ کائنات بین نے اپنے صحابہ کو جو ذوق جستجو عطا کیا تھا وہی بعد میں آنے والے علوم کی بنیاد بنا۔

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آفتاب مغرب میں جا کر غروب ہوتا ہے ور پھر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور جب رات ہوتی ہے تو وہ زمین کے نیچے سے سیر کرتا ہوا صبح کے وقت مشرق سے طلوع ہوتا ہے (58)۔

آج علم و فن کے میدان میں بیٹھ کر خارا شگافیاں کرنے والے علماء رصد گاہوں کی مدد سے سیاروں کی گردش کا جو تماشا کئے ہوئے ہیں اندازہ لگائیے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو ان چیزوں کو کشف نظر اور وسعت ذہنی ہی سے دیکھتے تھے اور یہ سب کچھ کیسے ہوتا اگر انہوں نے رسول کریم ﷺ کی خاک پا کو آنکھوں کا سرمہ نہ بنایا ہوتا۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ﴿۳۰﴾

''اور زمین کو اس کے بعد کوٹ پھٹک کر قابل رہائش بنا دیا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا لیکن بچھایا پھیلایا نہیں پھر آسمان کی تخلیق کا ارادہ فرمایا اور دو دن

میں سات آسمانوں کو ٹھیک بنا دیا پھر دو روز میں زمین کو بچھایا گویا زمین اپنے موجودات سمیت چار روز میں بنائی گئی (59)۔

آئمہ لغت نے دحو کا معنیٰ پھیلانا لکھا اور راغب نے اس بات کی بھی صراحت کی کہ کسی بھی چیز کو اس کی اصل سے ہٹانا دحو کے مادہ میں شامل ہوتا ہے۔ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ زمین پہلے ہموار نہیں تھی۔ ابتدأً سطح زمین پانی سے لبریز تھی، آہستہ آہستہ پانی گڑھوں میں اترتا چلا گیا اور خشکی کے ٹکڑے برآمد ہو کر پھیلتے چلے گئے (60)۔

آئمہ تفسیر آیت میں زمین اور آسمانوں کی تخلیق کی بحث میں بھی پڑے ہیں۔ ان میں سے کسی کی تخلیق پہلے ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اگرچہ پوری طرح تخلیقی مراحل کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور سورہ حم السجدہ کا دوسرا رکوع تو بات کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ زمین کی تخلیق آسمانوں کے بنانے سے پہلے ہوئی (61)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اس لحاظ سے بھی قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موجودات کی تخلیق کے بعد تعمیر کے مراحل بعد کے زمانوں پر چھوڑ دیئے، شاید اقبال کا یہ فلسفہ "ابھی کائنات ناتمام ہے شاید" اسی گرہ کو کھول رہا ہے۔ بارگاہ ربوبیت سے تاج خلافت پانے والا انسان ہمدم "تو شب آفریدی چراغ آفریدم" کے تسلسل سے یہ مرحلہ در مرحلہ گزر رہا ہے۔ زمین کی تخلیق اور چیز ہے اور "دحو" اور چیز ہے، شاید پھیلانے کا عمل تو اب بھی جاری و ساری ہے۔ قرب قیامت میں ہر چیز سمیٹے گی سکڑے گی تو زمین بھی اپنی رونقیں سمیٹ لے گی جیسے کائی دہائیوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ زمین بھی کسی بڑے نظام اور کھلے جہاں کا حصہ بن جائے گی۔

آیت میں "بعد ذالک" سے مراد کیا ہے؟

ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا اس کا مفہوم "تعقیب ذکری" کے لئے ہے یعنی اس کے بعد یہ بھی سن لو کہ اس نے زمین کو اپنی اصل سے ہٹا دیا، لگتا ہے زمین اپنی کہکشاں میں پہلے کسی اور سیارے کا حصہ تھی جسے اللہ رب العالمین نے موجودہ صورت عطا فرما دی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "بعد" "مع" کے معنوں میں ہو یعنی زمین کو بنایا ہی نہیں اسے کارآمد بنانے کے لئے بچھا بھی دیا۔ (62)۔

أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ﴿٣١﴾

"اُس نے اس کے پانی کو اُس سے نکالا اور اس کا چارہ"۔

زمین اگر کروی ہی رہتی تو انسانی زندگی اس پر کس قدر مشکل ہوتی۔ رب کریم نے اسے ہموار بنا کر بچھا دیا۔ اس کے بعض حصوں پر خاک گداز چادر تان دی اور اس کی اُوپر والی سطح اس قدر وسیع بنائی کہ اس میں غلے، سبزیاں اور باغ اگانے آسان ہو گئے۔ اس کے پیٹ سے جھرنے پھوٹے، اس کی آغوش میں پانی جذب کرنے کی صلاحیت ڈالی، اونچی ڈھلوانوں سے پستی کی جانب پانی کی آبشاریں رقص بداماں ہوئیں۔ دریاؤں اور ندی نالوں میں پانی رواں کیا اور پھر اس پانی سے چراگاہیں وجود میں آئیں۔

آیہ کریمہ میں ایک لطیف بات قابل توجہ ہے "اخرج" باب افعال ہے جس میں تعدی ہے۔ مفہوم صرف نکالنا نہیں نکلوانا ہے۔ اس طرح "مرعی" اسم مکان ہے جس کی اصل "رعی" ہے اور اس کا بنیادی معنیٰ حفاظت اور نگہبانی کا ہوتا ہے۔ شاید اس میں اشارہ اس طرف ہو۔ پہاڑوں اور بیابانوں اور جنگلوں کو چمنستان اور زرخیز اناج اگانے والی زمینوں میں تبدیل کرنے کے لئے حضرت انسان کو کچھ خود بھی محنت اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے اور وہ ہے پانی کی طلب اور چراگاہوں، سبزہ زاروں اور لالہ زاروں کی حفاظت اور نگہبانی کرنا، بہرحال یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے لئے زمین کو سازگار اللہ ہی نے بنایا ہے۔ زمین کی کھال میں صلاحیت اور پانی کا نفوذ سمو دینے والے رب سے بعید اور مشکل نہیں کہ وہ حضرت انسان کو دوبارہ پیدا فرما دے۔ آیت کریمہ یقین اور ایمان کو مضبوط کرتی ہے کہ مرنے کے بعد پھر ایک وسیع اور ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے۔ جس کی لذت اور نشاط صرف اس دنیا میں ہی ایمان کو مستحکم کرنے اور اعمال کو صالح بنانے میں مضمر ہے۔

وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ﴿٣٢﴾

"اور پہاڑوں کو زمین سے ابھار دیا"۔

تفسیر طبری میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا کیا تو وہ تھرتھرا رہی تھی اور عرض کرنے لگی: اے رب تو مجھ پر آدم اور اس کی اولاد پیدا کر رہا ہے، وہ اپنا گند مجھ پر ڈالیں گے اور نافرمانیاں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا جال زمین میں گاڑ دیا جس سے زمین میں ٹھہراؤ آ گیا۔ بہت سے کوہستانی سلسلے تمہاری نگاہوں میں ہیں اور بہت سے تمہاری نظروں سے اوجھل ہیں۔ زمین کا پہاڑوں کے لنگر ڈالنے کے بعد سکون میں آ جانا بالکل ایسے ہی تھا جیسے تم اونٹ کو ذبح کرتے ہو تو اس کا گوشت تھرکتا ہے پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس پر سکون طاری ہو جاتا ہے (63)۔

حضرت علی ﷺ سے زمین پر زلزلوں کی روحانی وجہ نقل کی گئی۔ اس امر کو بھی اس کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے کہ زلزلوں کی وجہ زمین کی تخلیق کے بعد بڑے بڑے طوفانوں کا آنا اور ممکن ہے ان ہی ہوائی آندھیوں میں مدوجزر کے ساتھ ریت اور پتھر کے ٹیلوں کو اڑا کر پہاڑوں میں تبدیل کر دیا گیا ہو اور اس کی بنیاد میں سورج اور چاند کی وہ کشش ہو جس کا اثر زمین پر پڑتا ہے یا پھر زمین کے اندر پگھلنے والے مواد ہوں جو ثقالی کشش سے معرض وجود میں آئے ہوں بہر حال پہاڑوں کو جمانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین کی سطح درست ہوگئی اور اس کو قابل زراعت بنا دیا گیا۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾

''یہ تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے سامان منفعت ہے''۔

یہ زمین اور آسمان کی تخلیق، یہ نور و ظلمت کے سلسلے، یہ لیل و نہار کے انقلابات، یہ حوادث زمانہ، یہ زمین کی اونچ نیچ کا نظام، یہ ندیوں اور نالوں کی دوڑیں، یہ سمندروں اور دریاؤں کی خراماں خراماں چالیں اور پہاڑوں کے ذریعے زمین کی نگہبانی کا یہ حسن انتظام سب کچھ تمہارے فائدے کے لئے ہے اور تمہارے ساتھ ساتھ تمہیں یہ کام دینے والے چوپائیوں کے لئے بھی ہے تاکہ تمہارے لئے سہولتیں رحمت کے پر مزید بچھا دیں۔ انسان اللہ کا زمین پر خلیفہ معظم ہے۔ ضرورت تھی کہ اس کے لئے ''ارتقافات'' اپنے دریچے وا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے زمین پر ہبوط کرنے والے انسان کو زندگی گزارنے کے تمام وسائل فراہم فرما دیئے۔ سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ جس نے ان جدت طرازیوں سے انسان کو یہ موزوں ماحول، آب و ہوا کی موافقت اور وسائل، ذرائع عطا فرمائے۔ اگر آج اس سے یہ سب کچھ ممکن ہوا تو آنے والے کل کے لئے عقل و شعور کو جہالت کے قید خانے میں بند تو نہیں ہو جانا چاہیے۔ مان لینا چاہیے اللہ پھر سے موت کے بعد زندگی عطا فرما کر جو جنت والے ہیں انہیں جنت میں داخل فرمائے گا اور جنہوں نے اسے ناراض کر دیا تو آگ کے شعلے ہی ان کا ٹھکانہ ہوگا۔ اللہ دوزخ کی آگ سے بچائے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٤﴾

''پس جب آ جائے گی سب سے بڑی آفت''۔

راغب اصفہانی اور زبیدی حنفی نے لکھا کہ لغت میں طم غالب آنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (64)۔

عربی زبان میں سمندر کو طم کہتے ہیں اس لئے کہ وہ ہر چیز پر غالب رہتا ہے۔ ہمارے علمائے کرام جس عالم کی عظمت اور فضیلت بیان کرنا چاہیں اسے بحر طمطام کہہ دیتے ہیں مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایسا علم مند انسان ہے جو سب پر غالب ہے۔ ایسی مصیبت جو برداشت سے نکل جائے اسے ''طاقہ'' کہہ دیتے ہیں۔ قیامت کے لئے ''طامہ'' لفظ کا استعمال اس کے غالب اور بھاری ہونے کے معنوں میں ہے، پھر طامہ کہہ کر اسے کبریٰ کہنا صفت تاکیدی ہے اور مصیبت میں شدت اور زور و غلبہ بیان کرنے کے معنوں میں ہے۔

آیت میں طامہ سے مراد کیا ہے؟

اس میں چار قول ہیں:

پہلا قول حضرت حسن بصری ﷺ کا ہے آپ اس سے دوسری مرتبہ صور پھونکنا مراد لیتے تھے۔

حضرت ربیع کے نزدیک وہ گھڑی طامہ جس میں دہشت بروز قیامت انتہا پر پہنچ جائے گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اور چوتھا قول مجاہد کا ہے وہ فرماتے ہیں وہ گھڑی جب اہل جنت کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہوں گے (65)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے یہ بھی لکھا ہے مقاتل کے نزدیک دوزخ کا بے حجاب کر دینا ہے جب پل صراط اس کی پشت پر قائم ہو جائے گی اور مومن اس سے گزریں گے (66)۔

ایک روایت میں ہے کہ دوزخ کافروں کے لئے نمایاں ہوگی وہ اسے دیکھیں گے۔ رہ گئے مومن تو وہ رحمت کے پردے میں گزریں گے۔ واللہ اعلم

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٥﴾

''جس دن انسان یاد کرے گا اُس کوشش کو جو اُس نے کی ہوگی''۔

انسانی زندگی دنیا کے جنگل میں جگنو کی طرح تھوڑی دیر کے لئے چمکتی ہے پھر اس معمولی سے کیڑے کی طرح مختصری عمر انتہا تک پہنچ کر فنا

کے سراب میں گم ہو جاتی ہے۔ انسان کے لئے جہان رنگ و بو میں سہولت کے ساتھ حیات بسر کرنے کے لئے بڑے ساز و سامان فطرت نے ودیعت کیے ہیں لیکن یہ سب نظارے انتہا کی مختصر عمر رکھتے ہیں۔ قیامت کا حادثہ جب بڑی مصیبت بن کر چھا جائے گا ہر سو حیرانگی قاسم دہشت بنی ہوگی۔ جب یہ بڑا حادثہ رونما ہوگا۔ انسانوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی اور وہ گزری ہوئی زندگی کے تہہ در تہہ صفحوں کو خود کھول لیں گے۔ اعمال اچھے ہوں یا بڑے، یادوں کی گرفت میں لائے جائیں گے لیکن انسان کا اس وقت اعمال و افکار کو یاد کر کے واویلا مچانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ نیک لوگ بھی سوچیں گے کہ کچھ اور نیکیاں کما لیتے تو کتنا اچھا ہوتا اور معصیتوں میں ڈوبے ہوئے لوگ چاہیں گے کہ کچھ مہلت مل جائے تو وہ پھر دنیا میں واپس لوٹ کر نقصان کی تلافی کر لیتے۔ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ " اس وقت اگر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے بھی کاٹیں گے تو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا"۔

"یتذکر" مضارع کا صیغہ استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ قیامت میں وقت کا میزان اگرچہ اپنی حقیقت کھو بیٹھے گا لیکن پھر بھی مضارع کا صیغہ دوام معنوی کا حسن لے کر جلوہ گری کرتا ہے گویا وہ لوگ پیدائش سے لے کر موت تک ایک ایک لمحے کے عمل میں ڈوب کر یاد کر رہے ہوں گے۔ گویا ان کا یہ طویل مراقبہ محیط زندگی ہوگا۔ قرآن مجید میں مضارع کا صیغہ بڑا لطف اور لذت رکھتا ہے لیکن مضاحت کا مقصد تو آج قیامت کے حادثے پر یقین کو مضبوط کرتا ہے۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ﴿٣٦﴾

"اور بھڑکتی دوزخ ظاہر کر دی جائے گی ہر اُس کے لئے جو دیکھتا ہے"۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ جہنم کو ہر دیکھنے والے کے لئے ظاہر اور آشکار کر دیا جائے گا۔ سورہ شعراء میں ارشاد ہوا کہ جہنم بہکے ہوئے لوگوں کے لئے آشکار کر دی جائے گی (67)۔

امام رازی نے دونوں آیتوں میں خوبصورت تطبیق دی ہے کہ جہنم کافروں کا وطن ہوگا اور مومن تو اسے دور سے دیکھیں گے اس لئے دونوں کے دیکھنے میں زمین آسمان کا فرق ہے (68)۔

رسول کریم ﷺ کے ارشادات بات کو پوری طرح واضح کر دیتے ہیں کہ مومن جب پل صراط سے گزریں گے جہنم کہے گی جلدی گزر جاؤ تمہارے نور سے میری آگ بجھتا چاہتی ہے۔ ایک حدیث میں اعلیٰ درجوں کے اہل جنت کا متوسط درجوں کے جنتیوں سے ایک مذاکرہ نقل کیا گیا کہ اعلیٰ والے متوسط والوں سے پوچھیں گے وہ دوزخ کدھر گئی ہم نے دیکھی نہیں، جواب میں وہ کہیں گے جو ہم نے دور سے چمکتی ہوئی سراب دیکھی تھی وہی تو دوزخ تھی۔ ممکن ہے اہل اللہ اپنے نور کی شدت کی وجہ سے دوزخ کو دیکھ نہ پائیں گے (69)۔

آیت کا مقصد دوزخ کی ہولناکی بیان کرنا ہے اور یہ بھی کہ وقوع آخرت کا تصور کوئی کھیل تماشہ نہیں ایسی حقیقت ہے جو روز روشن کی طرح اظہر ہوگی۔ وہ لوگ جو آج اپنے نفوس کو بدی کی آگ میں جلا رہے ہیں کل دوزخ کی آگ کو وہ ضرور دیکھ لیں گے۔ سورہ عنکبوت نے کہا ہے " وان جهنم لمحيطة با لكفرين " بے شک جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے (70)۔

فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ﴿٣٧﴾ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾

"پس جس نے سرکشی کی، اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، تو بے شک بھڑکتی دوزخ وہی ٹھکانہ ہوگا"۔

نار جہنم کے آشکار ہونے کو قرآن حکیم نے بیان کرنے کے بعد دو بڑی خصلتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے: ایک سرکشی اور دوسری دنیوی زندگی کی ایسی دل بستگی جس میں اخروی زندگی پر یقین مفقود ہو۔

طغیان حدود سے متجاوز ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ سیلاب کو طغیانی سے اس لئے تعبیر کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی معتاد گزرگاہ سے تجاوز کر جاتا ہے۔ طاغی اگرچہ ہر متکبر اور مغرور شخص کو کہہ دیتے ہیں لیکن اصطلاح میں قرآنی ہدایات کی روشن گزرگاہوں سے جو بھی تجاوز کرے وہ طاغی ہوگا۔ یہاں آیت میں سرکشی اور طغیانی کو موضوع فکر بنایا گیا ہے اس لئے کہ یہ مرض اکثر خود کو بڑا سمجھے کی جڑ سے پیدا ہوتا ہے۔ فرعون جیسا باغی اور طاغی شخص اس سرطان میں مبتلا ہوا تھا۔

اعتقادی خرابی کے بیان کرنے کے بعد قرآن حکیم نے عملی خامی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ شخص جو اس دنیا کی فانی لذتوں کو بدی تصور کرنے لگ جائے اور ہر بات میں دنیوی زندگی ہی کے تقاضوں کو مقدم رکھے وہ جادۂ عبودیت پر کبھی خیریت سے چل نہیں سکتا۔ تکبر، غرور اور اس دنیا کو پائیدار جاننا بالآخر انسان کو نار جہنم تک جا پہنچاتا ہے۔

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ جب یہ دونوں باتیں کسی میں جمع ہوئیں، عقلی قوت کی بربادی جس نے بندے سے بندگی کی فکر ہی

چھین لی اور دنیا کی محبت تو وہ انتہاء درجہ پر بدکار ہو گیا اور جہنم اس کا ٹھکانہ بن گیا۔ رازی فرماتے ہیں کہ جہنم مسلمان کے لئے ان کی منزل اس لئے نہیں بن سکتی کہ ان کے دل میں یہ دونوں باتیں سمانہیں سکتی اللہ کی وحدانیت پر اور آخرت پر یقین اور ایمان حاصل ہوتا ہے (71)۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾

"اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے روکا، تو بے شک جنت وہی ٹھکانہ ہوگی"۔

ان تین آیات میں جنت کی آماجگاہ تک پہنچا دینے والے دو روپے اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمائے۔ ایک تو "مقام رب" کا خوف ہے اور دوسرا نفس کو احتیاط، عزم اور تقویٰ کے حصار میں بند کرنا ہے تاکہ وہ خواہشات کے ہاتھوں ذلیل نہ ہو۔

مقام رب سے ڈرنا کیا ہے؟

عام مفسرین نے اس جملہ کا مفہوم اللہ کے حضور پیشی سے ڈرتے رہنا بیان کیا ہے۔ سورہ مطففین کی ایک آیت اسی تفسیر کی تائید کرتی ہے:

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦﴾

"کیا انہیں خیال نہیں گزرتا کہ انہیں قبروں سے جی کر اٹھنا ہے، بڑے دن کے لیے وہ دن جب لوگ تمام جہانوں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے"۔ (المطففین 6-4)

مقام رب کی دوسری تشریح اللہ تعالیٰ کی شان عدالت کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ماں باپ سے زیادہ بلکہ دنیا بھر کے تمام شفیق رشتے اپنی شان عاطفت اور رحمت یکجا جمع کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کے مقابلے میں نکتہ بھی نہیں، ایسی شان والے اللہ سے ڈرا نہیں جاتا بلکہ خوف تو اس کی شان عدالت کا ہے۔

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اچیاں شاناں والے\
فضل کریں تے بخشے جاون میں جیہے منہ کالے

مقام رب کی یہ تشریح حضرت امام جعفر صادق ؓ کے ایک ملفوظ سے ماخوذ ہے۔

مقام رب کا یہ معنی بھی لیا جاسکتا ہے کہ وہ ہر ایک پر نگہبان ہے اسے دیکھنے والا ہے۔ کسی بھی شخص کی کوئی حرکت اس سے پوشیدہ نہیں۔ سورہ رعد کی یہ آیت اس مفہوم کی عکاس ہے۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ

"کیا وہ ذات جو ہر نفس پر غالب ہے وہ نفس جو بھی کمائے"۔

جنت کی لذتوں، رحمتوں اور کرم کے جوشیاروں سے فیض یاب ہونے کے لئے قرآن حکیم نے دوسری خصلت نفس کو خواہشات سے روکنا بتائی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں "ھـــــــوی" کا معنی پسندیدہ چیزوں کی طرف نفس کا جھکاؤ ہے۔ لفظ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہوی صاحب ھوی دنیا میں مصیبت میں لے کر گرتی ہے اور آخرت میں "ھاویة" تک جا پہنچا دیتی ہے۔

ابو وراق فرماتے ہیں:

"اللہ نے ھوی سے بڑھ کر کوئی گندی مخلوق پیدا نہیں کی ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تین چیزیں کسی آدمی کے لئے تباہ کن ہوتی ہیں:

☆ خواہش نفس کا اتباع

☆ حد سے زیادہ کنجوس

☆ اور خود پرستی"

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش میری لائی گئی شریعت کے تابع نہیں ہو جاتی"۔

حضرت بہاؤالدین نقشبند ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے آسان راستہ نفس کی مخالفت ہے"۔

حضرت مجدد الف ثانی کا ایک نفیس قول ملاحظہ ہو:

''بندہ جب تک خواہش نفس میں الجھا رہتا ہے وہ نفس اور شیطان کی اطاعت میں ہوتا ہے۔خواہش نفس سے بالکل آزاد ہو جانا ولایت سے وابستہ ہے اور کامل ترین فنا اور بقا پر موقوف ہے (72)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا اکابر میں سے کسی شیخ معظم کا قول نقل فرماتے ہیں، انہوں نے اپنے ایک مرید سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بیٹا!

مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ شیطان کی تیرے پاس گناہ کے راستے سے رسائی ہوگی۔

مجھے تو یہ خوف ہے کہ شیطان نیکیوں کے راستے سے کہیں تجھ تک نہ پہنچ جائیں۔

ترک ھویٰ کے تین درجے ہیں:

ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عقائد میں سلف کی اطاعت کرے

اور ان کی مخالفت سے باز رہے۔

اوسط یہ ہے کہ گناہ کے وقت سوچے کہ اسے حساب کے لئے اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔اس درجہ میں مشکوک چیزوں کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔

اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ضروریات پر جواز کا دائرہ محدود کر دے یعنی غیر ضروری چیزوں کی خواہش ترک کر دے (73)۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَاؕ

''آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کب وہ قائم ہوگی، تو آپ کو اس کا وقت بتانے سے کیا غرض''۔

آیت کی ترکیب اور ترتیب بتاتی ہے کہ مکہ کے منکرین معاشرے میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے اثر سے ذہنوں میں کم از کم یہ کشمکش پیدا ہوگئی کہ ایک اور زندگی یقیناً ہمارے سامنے تن بدن میں برقی رو کی طرح لہرانے والی ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے وہ لوگ ذہنی تناؤ دور کرنے کے لئے حضور انور ﷺ سے پوچھتے کہ قیامت کب قائم ہونے والی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق منکرین قیامت از راہ مذاق حضور ﷺ سے دریافت کرتے کہ قیامت کب آرہی ہے؟ (74) یہ یقینی امر ہے کہ جن دنوں لوگوں کے ذہن میں جو سوال زیادہ گردش کر رہا ہوتا حضور ﷺ بھی اس کا کثرت سے ذکر کرتے اور ایسا کرنا وظیفہ نبوت کی تکمیل ہوتی ہے۔ بعض تفسیر نویسوں نے اس بات کو ایسے بیان کیا ہے جیسے اللہ خود ہی اپنے نبی کی مخالفت کر رہا ہو، معاذ اللہ انہیں کچھ بھی معلوم نہیں وغیرہ وغیرہ۔ضرورت ہے کہ تفسیری عمود تک رسائی حاصل کی جائے اور وہ ہے لوگوں کے قلب و روح میں قیامت پر یقین اور ایمان انڈیل دینا۔ فخر الدین رازی اور خطیب شربینی نے آیت کو خوب سمجھا ہے کہ جملے میں ''فیم'' کو علیحدہ تصور کیا جائے۔اس صورت میں تفسیری مفہوم یہ ہوگا وہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں ''فیم'' انہیں کس چیز میں تردد ہے ''انت من ذکرھا'' آپ تو ہیں ہی قیامت کی یاد کرانے والے یعنی آپ قیامت کے ساتھ گویا ملے ہوئے ہیں۔آپ کا وجود قرب قیامت کی دلیل ہے لہٰذا آپ قیامت کا ذکر نہیں کریں گے تو کون کرے گا (75)۔

اور اگر ''فیم'' کو ''انت من ذکرھا'' سے متعلق مانا جائے تو بھی مقصود علم نبی کی نفی نہیں بلکہ متعین وقت بیان نہ کرنے کی حکمت بھارنا ہے۔علم نہ ہونا اور بات ہوتی ہے اور اظہار نہ کرنا اور ہوتا ہے۔یہ نفی علم کی نہیں اظہار علم کی ہے۔

واللہ اعلم

وقوع قیامت کا متعین وقت پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں میں قوت عمل ختم نہ ہو اور وہ بیداری کے ساتھ دینی احکام پر عمل کرتے رہیں۔

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَاؕ

''آپ کے رب ہی کی طرف اس کی انتہا ہے''۔

قیامت کا متعین وقت اپنے رب ہی کی طرف انحصار کئے ہوئے ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ہر علم کا اصل مرجع اللہ ہی کی ذات ہے۔قیامت کے بارے میں مکمل سائنسی انداز میں آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کی بجائے اس کے لئے تیاری پر زور دیا جائے جیسے کہ قیامت کے بارے میں حضور انور ﷺ نے ایک سوال کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ

''تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے''۔

جواب میں اعرابی نے کہا:

نہ تو میں نے اس کے لئے زیادہ نمازیں تیار کر رکھی ہیں اور نہ ہی روزے، سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے۔

اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ يَّخۡشٰهَا ۞

"بے شک آپ تو اُسے ڈرسنانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے"۔

محبوب! آپ کا منصب منصب وقوع قیامت اور اعمال کے عواقب سے لوگوں کو ڈرانا ہے۔ باقی رہا قیامت کا علم تو یہ ان مغیبات سے ہے جن کا علم ظن اور تخمینے، تجربے اور مشاہدے اور ریاضت اور پوچھ گچھ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ ان علوم کا فیض تو دلوں پر اتنا ہی برستا ہے جتنا اللہ چاہتا ہے اور قیامت کا متعین وقت پردہ حکمت میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ قیامت سے بعد اور قرب سے لوگوں میں نفسیاتی ردعمل کے ساتھ پیچیدگیاں نہ پیدا کرے۔ اصل بات تو خوف اور ذمہ داری کے احساس سے اصلاح اور ایمان کے صراط مستقیم پر چلنے کی ہے۔

قیامت شہر حسن تو نہیں ہولنا کیوں کو سمیٹے ہوئے ایک جہان دراز ہے۔ اس کی تعیین کا علم تو جہات کو پوری طرح اپنے اندر سمو لینے والا ہوتا ہے اور اس قدر حیرت زدہ ہو کر یکسو ہو جانا قیامت کے سوا ہر علم کو محو کرنے کا سبب بن سکتا ہے اور نبی کا کام اس علم کی نگہبانی ہے جو انذار کے کام آئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد وہ علوم کئے ہیں جن سے قیامت کی ہولنا کیوں سے مخلوق بچ سکتی ہے لیکن اس انذار کا فائدہ تو انہی لوگوں کو پہنچ سکتا ہے جن کے دل میں خشیت ہو۔

كَاَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَهَا لَمۡ يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوۡ ضُحٰٮهَا ۞

"گویا وہ دن جب وہ اسے دیکھ لیں گے گا (تو وہ خیال کریں گے) وہ دن کے پچھلے پہر ٹھہرے تھے یا اس کے اگلے پہر"۔

علامہ ماوردی نے لکھا کہ کفار جس وقت قیامت کو روبرو دیکھ لیں گے تو پھر ان کے احساس کو دھچکا لگے گا اور وہ سمجھ جائیں گے کہ وہ دنیا میں اور قبروں میں محدود سے وقت کے لئے رہے ایسے ہی جیسے زوال کے بعد کا تھوڑا سا وقت ہوتا ہے یا چاشت کا وقت ہوتا ہے (76) ابن کثیر نے کہا کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کی مدت کو وہ کم سمجھیں گے (77) قتادہ نے کہا کہ ان لوگوں کی نظر میں دنیا اسی قدر ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ کے پاس اعرابی آتے اور پوچھتے قیامت کب آئے گی تو آپ انہیں سمجھاتے کہ یہ بچہ اگر زندہ رہا تو تم پر قیامت قائم ہوگی۔ یعنی تم لوگوں کی موت اس کی طبعی عمر سے پہلے ہے۔ گویا تمہاری قیامت موت ہے (78)۔

سورہ النازعات کی تفسیر زوال کے بعد بعون اللہ الوھاب اختتام کو پہنچی، موذن نے ظہر کی اذان دی ہے، ایسے لگا جیسے سورج کی تپتی کرنوں پر کپکپی طاری ہوگئی ہو، سجدوں کی لذت پانے کے لئے کتابیں سمیٹ لی ہیں۔ مسجد کی طرف بڑھنے لگا ہوں اور علی اور حسین کے سجدے یاد آ گئے۔ اقبال نے صحیح کہا تھا:

وہی سجدہ لائق اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

بارالہا!

ان لوگوں کی صحبت نصیب فرما جو تیرے مقام سے خائف ہیں۔

اے دل کی دھڑکنوں میں راز زندگی سمونے والے!

نفس کو ہوا و ہوس سے نجات عطا فرما۔

پروردگار!

تدبیر زندگی کا حسن دے دے۔

اپنی طرف دوڑنے والوں میں شامل فرمادے۔

اور

بہشت بریں کو مرجع و مآب بنادے۔

اور

میرے مولا!

باذن مولا

بذکر درود تاعہ مولا

مجموعی تمنائے اقبال:

اعتبار زندگی کچھ یوں ہو جائے

خنجر کی دھار جس نے رگ جاں سے کاٹ دی
وہ اعتبار عظمت آدم ہی اور تھا

اے میرے اللہ

میرے مالک

میرے مسجود

میرے دل کی مراد

عالم برزخ سے عالم قیامت تک

امن دینا، سکون بانٹنا اور اطمینان سے نواز دینا۔

تیری مدد کے طلبگار ہیں۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین

و صلی اللہ علیٰ حبیبہ و الہ واصحابہ اجمعین

حوالہ جات

(1) مفاتیح الغیب: امام فخر الدین رازی ایضاً انوار التنزیل: بیضاوی ایضاً جلالین ایضاً روح البیان ایضاً مظہری ایضاً فتح القدیر ایضاً زمخشری ایضاً معارف القرآن ایضاً تفسیر صوفی قلمی نسخہ اوچ شریف

(2) تاویلات اہل سنۃ: ابو منصور ماتریدی ایضاً تفسیر القرآن ابن کثیر ایضاً روح المعانی: آلوسی

(3) تفسیر القرآن: ابن کثیر ایضاً مظہری ایضاً مجمع الباس ایضاً آلوسی ایضاً نمونہ ایضاً نور الثقلین ایضاً مجمع البیان ایضاً ضیاء القرآن وغیرہ

(4) لسان العرب ابن منظور ایضاً تاج ایضاً محیط ایضاً المفردات ایضاً لغات القرآن ایضاً قاموس

(5) تفسیر القرآن، ابن منظور، ایضاً آلوسی، ایضاً ابو منصور ماتریدی

(6) ضیاء القرآن: پیر کرم شاہ الازہری ایضاً تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی

(7) روح البیان: اسماعیل حقی

(8) معارف القرآن: مفتی محمد شفیع ایضاً تفسیر حسنات: ابوالحسنات

(9) المفردات: راغب ایضاً تاج العروس، لسان العرب

(10) تفسیر قرطبی: امام قرطبی

(11) زاد المسیر: ابن جوزی ایضاً قرطبی

(12) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی

(13) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی

(14) روح البیان: اسماعیل حقی، قرطبی، زاد المسیر

(15) الصحاح: جوہری

(16) التحریر: ابن عاشور، بیضاوی ایضاً شیخ زادہ

(17) مدارک التنزیل: نسفی ایضاً قرطبی، ایضاً رازی ایضاً طبری

(18) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی

(19) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی، ایضاً تفسیر کبیر: رازی ایضاً شیخ زادہ

(20) روح المعانی: آلوسی، ایضاً تاویلات اہل اللہ: ابو منصور ماتریدی، ایضاً روح البیان

(21) تفسیر القرآن: ابن کثیر، ایضاً تفسیر کبیر: رازی
(22) تفسیر القرآن: ابن کثیر
(23) تفسیر القرآن: اسماعیل حقی
(24) درالمنثور: جلال الدین سیوطی ایضاً زادالمسیر ایضاً ابن کثیر ایضاً ابن جریر
(25) زادالمسیر: ابن جوزی، ایضاً طبری ایضاً مواہب الرحمٰن
(26) سراج منیر: خطیب شربینی
(27) تفسیر طبری: ابن جریر ایضاً مواہب بحوالہ ترمذی شریف، مسند امام احمد بن حنبل
(28) روح المعانی: آلوسی ایضاً کشاف: زمخشری
(29) حاشیہ بیضاوی: محی الدین شیخ زادہ
(30) التحریر: ابن عاشور ایضاً قرطبی ایضاً آلوسی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر
(31) فی ظلال القرآن: سید قطب
(32) لسان العرب: ابن منظور ایضاً المفردات ایضاً محیط ایضاً تاج
(33) المفردات: راغب اصفہانی
(34) تاج: زبیدی حنفی
(35) روح البیان: اسماعیل حقی
(36) روح المعانی: آلوسی
(37) المفردات: راغب اصفہانی ایضاً لسان العرب: ابن منظور ایضاً اسماعیل حقی ایضاً رازی ایضاً قرطبی
(38) تفسیر القرآن: ابن کثیر ایضاً روح البیان: اسماعیل حقی ایضاً تفسیر ابن جریر: طبری ایضاً قرطبی
(39) تفسیر القرآن الحکیم: ابن کثیر
(40) تفسیر کبیر: رازی
(41) تفسیر المراغی: احمد مصطفٰی مراغی
(42) تاج العروس: زبیدی حنفی، ایضاً لسان العرب: ابن منظور ایضاً المفردات، تفسیر مظہری: پانی پتی
(43) تفسیر مظہری: ثناء اللہ پانی
(44) فتح القدیر: شوکانی ایضاً الجامع الاحکام القرآن: قرطبی ایضاً رازی
(45) فتح القدیر: شوکانی
(46) روح البیان: اسماعیل حقی
(47) انوار التنزیل: بیضاوی ایضاً رازی ایضاً محی الدین قوجوی حنفی
(48) البحر المدید: ابوعباس احمد بن محمد حسنی ایضاً فی ظلال القرآن
(49) حاشیہ بیضاوی: محی الدین شیخ زادہ ایضاً البحر المدید
(50) المحرر الوجیز: ابن عطیہ ایضاً البحر المدید: ایضاً تفسیر ماجدی
(51) تاج العروس: زبیدی ایضاً حاشیہ بیضاوی: شیخ زادہ
(52) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر ایضاً روح المعانی
(53) التفسیر المنیر: زحیلی ایضاً شیخ زادہ ایضاً البحر المدید ایضاً قرطبی
(54) الجامع الاحکام القرآن: قرطبی ایضاً مواہب ایضاً ضیاء القرآن ایضاً بدر المنیر
(55) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی
(56) لسان العرب: ابن منظور، قرطبی، رازی، زبیدی حنفی لغات القرآن

(57) تاویلات اہل السنۃ: ابومنصور ماتریدی ایضاً محی الدین شیخ زادہ ایضاً رازی
(58) تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر ایضاً ابن جوزی
(59) تفسیر القرآن الحکیم: ابن کثیر
(60) تاج العروس: زبیدی ایضاً المفردات: راغب ایضاً تہذیب اللغۃ
(61) سراج: خطیب شربینی ایضاً ابن کثیر ایضاً ابوسعود
(62) فتح القدیر: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایضاً تفسیر مظہری: ثناء اللہ پانی پتی
(63) تفسیر طبری: ابن جریر طبری ایضاً تفسیر القرآن: ابن کثیر
(64) المفردات: راغب اصفہانی ایضاً تاج: زبیدی حنفی ایضاً آلوسی ایضاً رازی
(65) النکت العیون: ماوردی ایضاً ابن جوزی ایضاً ابن کثیر ایضاً روح ایضاً قرطبی
(66) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی
(67) القرآن: سورہ شعرا
(68) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی
(69) مواہب الرحمن: سید امیر
(70) سورہ عنکبوت: 54
(71) تفسیر کبیر: امام فخر الدین رازی
(72) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی ایضاً مکتوبات شریف
(73) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی
(74) تفسیر ماوردی: ماوردی ایضاً قرطبی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر
(75) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی ایضاً سراج: خطیب شربینی
(76) النکت والعیون: ماوردی
(77) تفسیر القرآن الحکیم: ابن کثیر
(78) مواہب الرحمن: سید امیر علی

☆☆☆

پھول ہمارے آنگن کا

کس قدر گمراہ کن ہے یہ کہاوت، اخلاقی بندش نہ عقلی دلیل ہوتی ہے
بیٹے کچھ بھی کر گزریں ، وہ تو اک بھول ہوتی ہے

ہے قلب و نظر کا نور یہ جاں فزا حقیقت، دل سے قبول ہوتی ہے
پیکر عصمت و رعنائی بیٹی ہر گھر کی عزت کا پھول ہوتی ہے

یہ کہا جاتا ہے ماں کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے
دیکھا جائے اگر تو جنت کی بنیاد یہی بیٹی ہوتی ہے

نگہداشت پہ اس کی باغباں کی خاص نظر ہوتی ہے
یہ پھول ہمارے آنگن کا امانت دوسرے گھر کی ہوتی ہے

گو قناعت پسند ، سراپا ایثار ، شکر و رضا کا پیکر ہوتی ہے
پھر بھی نصیب اچھا ہو سب کی دعا اور فکر ہوتی ہے

بچپن ہی سے حساس طبیعت دل میں بے لوث محبت لئے پلتی ہے
اور وقت کے ساتھ ساتھ یہی محبت ممتا کے روپ میں ڈھلتی ہے

جیسے سوکھی بنجر زمین پر رحمت کا مینہ برستا ہے
بھائی پرواہ کرے نہ کرے تکلیف میں بہن کا پیار جھلکتا ہے

ماں باپ پر فدا اس کی فطرت ، بھائیوں پہ نثار اس کی سرشت
پھر بھی عقل کے اندھے سمجھتے ہیں اس کا وجود اک مصیبت

پیدا ہو اگر بیٹا تو خوشی کے شادیانے بجائے جاتے ہیں
پیدا ہوتی ہے جب یہ غریب تو منہ لٹکائے جاتے ہیں

صبا شیخ

راہ خداوندی میں جہاد کی فضیلت

عن ابی ہریرۃ ﷜ قال مر رجل من اصحاب النبی ﷺ بشعب فیه عیینه من ماء عذبة فاعجبة بطیبها فقال لو اعتزلت الناس فاقمت فی ھذا الشعب و من افعل حتیٰ یستاذن رسول اللہ ﷺ فذکر ذالک برسول اللہ ﷺ فقال لاتفعل فان مقام احدکم فی سبیل اللہ افضل من صلٰوۃ فی بیته سبعین عاما الا تحبون ان یغفر اللہ لکم ویدخلکم الجنة اغزوا فی سبیل اللہ من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقة و جبت له الجنة. ھذا حدیث حسن

(جامع ترمذی جلد اول ص ۲۹۲، باب فی الغدو والرواح فی سبیل اللہ)

مفتی محمد صدیق ہزاروی

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے (فرماتے ہیں) نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ایک شخص ایک ایسی گھاٹی سے گزرا جس میں میٹھے پانی کا چھوٹا سا چشمہ تھا۔ اپنی پاکیزگی (اور عمدگی) کی وجہ سے وہ چشمہ آپ کو پسند آیا تو آپ نے فرمایا کاش میں لوگوں سے الگ ہو کر اس گھاٹی میں ٹھہر جاؤں (لیکن) میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب نہ کرلوں۔ اس نے یہ بات رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بے شک تم میں سے کسی ایک کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد میں) کھڑا ہونا اس کی اپنے گھر میں ستر سال پڑھی جانے والی نماز سے افضل ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی بخشش فرمادے اور تمہیں جنت میں داخل کرے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو جو شخص ایک اونٹنی کو دو مرتبہ دو ہنے کے درمیان والی مدت (کی مقدار) اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

شعب (شین کے نیچے زیر کے ساتھ) پہاڑ کے اندر راستہ، پہاڑ کے دامن میں پانی جاری کا راستہ اور دو پہاڑوں کے درمیان کھلی جگہ کو کہتے ہیں۔ (یعنی گھاٹی)

عیینہ: عین کی تصغیر ہے یعنی چھوٹا چشمہ۔

عذبۃ: میٹھا پانی (کھارے پانی کا مقابل)

فواق: اونٹنی کا دودھ دو ہنے کے بعد دوسری مرتبہ دو ہنے سے پہلے درمیان کا وقفہ "فواق" کہلاتا ہے۔

اس حدیث کا بنیادی موضوع اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی افضلیت ہے لیکن اس کے علاوہ بھی اس حدیث پاک میں کئی دروس ہیں۔

پہلی بات یہ کہ جب بھی کسی کام کا خیال آئے تو اس کے بارے میں قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھا جائے، نیز علماء ربانیین سے مشاورت کی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کام نامناسب یا غیر افضل ہو۔

رسول اکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں صحابہ کرام کو جب کسی چیز کی خواہش ہوتی تو وہ رسول اکرم ﷺ کی اجازت لینا ضروری سمجھتے تھے۔ گویا وہ اپنی خواہش کو ترجیح دینے کی بجائے آپ کے ارشادات مبارکہ اور آپ کی ہدایت کو ترجیح دیتے تھے اور یہی ایک مسلمان کے ایمان اور اسلام کا تقاضا ہے۔

چنانچہ صحابی رسول ﷺ کو یہ بات پسند آئی کہ وہ اس گھاٹی میں جہاں میٹھے پانی کا چشمہ ہے (اور عرب میں اس دور میں میٹھے پانی کی اہمیت بہت زیادہ تھی کیونکہ اس طرح کا پانی نایاب یا کمیاب تھا) وہاں قیام کریں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں وقت گزاریں۔ لیکن انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اس لئے تاکید کے ساتھ یہ بات پسند فرمائی کہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا جب تک رسول اکرم ﷺ سے اجازت طلب نہ کرلوں۔ اس لئے انہوں نے "لن افعل" نفی تاکید کا صیغہ استعمال فرمایا، گویا ہمیں اس حدیث سے یہ درس ملا کہ مومن کو کوئی بھی کام کرتے وقت اسلامی تعلیمات کی کسوٹی پر اسے پرکھنا چاہیئے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قیام ستر سال کی نماز سے بہتر ہے۔ جو نماز کوئی شخص گھر میں پڑھتا ہے اس نماز سے نفلی نماز مراد ہوگی کیونکہ گھر میں پڑھنا اس بات کا قرینہ ہے اس لئے کہ مومن فرض نماز مسجد میں باجماعت پڑھتا ہے نفل نماز بارگاہ خداوندی کے قرب کا ذریعہ ہے جس طرح ایک دوسری حدیث شریف میں بتایا گیا کہ بندہ نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب اختیار کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے محبوب بنالیتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود رسول اکرم ﷺ نے صرف چند سالوں نہیں بلکہ ستر سال کی نماز سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قیام کو افضل قرار دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عام طور پر قیام فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہوتا ہے اور یہاں بھی بنیادی طور پر جہاد ہی مراد ہے جس طرح "عزو في سبيل الله" کے الفاظ مبارکہ اس پر قرینہ ہیں، لیکن اگر ہم "في سبيل الله" "قیام" وسیع تناظر میں دیکھیں تو یہ بات واضح ہوگی کہ وہ لوگ جو علوم دینیہ کی تعلیم و تعلم میں مصروف رہ کر ایک ایسی جماعت تیار کرتے ہیں جو بدی کی قوتوں کا مقابلہ کرتی ہے وہ بھی "في سبيل الله" لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جو باطل نظریات اور غیر اسلامی اعتقادات کا قلع قمع کرنے کے لئے حکمت اور دانائی کے ساتھ اپنی زبان اور اپنے قلم کو استعمال کرکے ملت اسلامیہ کو بدعقیدگی کی نجاست سے دور رکھتے ہیں وہ بھی "في سبيل الله" لوگوں کی فہرست میں شامل ہیں اور وہ لوگ جو معاشرتی بگاڑ اور خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں وہ بھی فی سبیل اللہ قائم ہیں۔

اس لئے جہاد فی سبیل اللہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مال کے ساتھ جہاد، تلوار (یعنی ہر دور کے مطابق اسلحہ) کے ساتھ جہاد، قلم کے ذریعے

جہاد، قیام فی سبیل اللہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کچھ وقت یعنی اونٹنی کے دودھ دو بار دوہنے کے درمیان والی مدت کے مطابق جہاد میں وقت خرچ کرنے والوں کو خوشخبری دی، جو اس بات کی علامت اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مسلمان زیادہ وقت نہ سہی کچھ وقت بھی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور جنت کی خوشخبری حاصل کرتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

و فضل الله المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما (سورہ نسا آیت ۹۵)

''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر بہت بڑے اجر کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی''۔

اسی آیت کی تفسیر اس حدیث شریف میں بیان کی گئی۔

صحابہ کرام نے دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کی خاطر آسائش اور آرام کو بھی قربان کر دیا جس کی واضح مثال غزوہ تبوک ہے۔ گرمی کے موسم میں تیار پھلوں، سایہ دار درختوں اور ٹھنڈے پانی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے میدان جہاد میں نکلنا صحابہ کرام کا وہ کارنامہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔

مجاہد فی سبیل اللہ اپنی جان اور مال کا نذرانہ پیش کر کے دین حق کی سربلندی کا باعث بنتا ہے اس لئے اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

ما من عبد يموت له عند الله خير يحب ان يرجع الى الدنيا وان له الدنيا و ما فيها الا الشهيد لما يرى من فضل الشهادة فانه يحب ان يرجع الى الدنيا فيقتل مرة اخرى.

(جامع ترمذی جلد اول ص ۴۲۹، باب ما جاء فی ثواب الشهيد)

''جو شخص فوت ہوتا ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھلائی ہے وہ دنیا کی طرف واپس آنا اور دنیا اور جو کچھ اس میں اس کا حاصل کرنا پسند نہیں کرتا سوائے شہید کے وہ شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے پسند کرے گا کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے اور ایک مرتبہ پھر شہادت کا مقام حاصل کرے''۔

معلوم ہوا کہ جہاد کی فضیلت نفلی نماز سے زیادہ ہے اور جو لوگ جس جس انداز میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم مرتبہ اور بلند درجات کے حامل ہیں اور اسلام کے فروغ اور عالمی سطح پر اسلام کے خلاف سازشوں کے قلع قمع کے لئے جہاد ضروری ہے۔

لیکن یہ بات بھی ہمیشہ پیش نظر رہے کہ فرقہ واریت کو ہوا دینا، امت مسلمہ کے بے گناہ لوگوں کو شہید کرنا جہاد نہیں ہے۔ جہاد کفر اور بدی کے خلاف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مخالفین اسلام کے خلاف ہر محاذ پر جہاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

شیرِ اسلام سلطان فتح علی ٹیپو شہید

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پتے کی بات کہی تھی کہ بے یقینی غلام سے بدتر ہوا کرتی ہے۔ ہمارا آج کا المیہ یہی ہے کہ غیر اقوام کی غلامی سے تو ہم نے آزادی حاصل کر لی مگر اپنے وجود، اپنی انا، اپنی حریت اور اپنی صلاحیت کے یقین سے محروم رہے، بظاہر آزادیاں حاصل کر لینے کے باوجود ہم اپنی سیاسی اور معاشی پالیسیاں بنانے میں تو اغیار کے محتاج تھے، ہی اب ہم نے سماجی رویوں اور دینی اقدار کو بھی بدلتی رتوں کے ساتھ بدلنا شروع کر دیا ہے۔ ذہنی مرعوبیت اور فکری مایوسی کا یہ عالم ہے کہ ہمارے بعض نام نہاد دانش کار قرآنی تعلیمات کو اس طرح بدلنے کے مشورے دے رہے ہیں کہ ان میں کہیں لفظ جہاد نظر نہ آئے تا کہ عالمی طاقتیں ہم سے خوش ہو جائیں۔ ایسی صورت حال میں جبکہ قوموں کی فکری آبیاری کرنے والوں کی صفوں میں ایسے لوگ گھس آئے ہوں جو پوری قومی تاریخ ہی کو مشکوک قرار دے رہے ہوں، اپنے قلموں کی سیاہی سے بے یقینی کے اندھیرے کاشت کر رہے ہوں، اپنے ہاتھوں اپنی تاریخ کو مسخ کر رہے ہوں۔ سلطان شہاب الدین غوری ور سلطان محمود غزنوی اور محمد بن قاسم کو بدلیسی اور لٹیرے قرار دے رہے ہوں، ضرورت ہے کہ اندھیروں کی اس فصل کو پروان چڑھنے سے قبل ہی اکھاڑ پھینکا جائے اور صداقت، حریت، شجاعت، خود اعتمادی اور یقین کے اجالے عام کئے جائیں۔ آج ایک ایسی ہی سراپا یقین و حریت شخصیت کا تذکرہ ہے جس نے اسلامی ہندوستان کی غلامی کے خلاف سب سے پہلے علم آزادی بلند کیا، اگر اس وقت کے مسلم نواب اور راجے مہاراجے اس کا ساتھ دیتے تو ہندوستان کو کبھی انگریز کی غلامی کی طویل رات نہ دیکھنا پڑتی۔ غلامی کے پھیلتے اندھیروں میں غیرت و حریت میں اس چمکتے ستارے کا نام سلطان فتح علی ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ ہے جسے اس کے دشمن انگریز نے بھی شیر میسور کے نام سے یاد رکھا، مگر در حقیقت وہ شیر میسور ہی نہیں شیر اسلام تھا۔ 1782 میں اپنے والد والئی میسور حیدر علی کی وفات پر 32 سال کی عمر میں حاکم بنے اور 1799 میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی انچاس سالہ زندگی اور سترہ سالہ دور حکمرانی گواہ ہے کہ انہوں نے جو کہا اسے سچ کر دکھایا۔ ان کا کہا ہوا ایک جملہ آج بھی مظلوموں اور محکوموں کی ہمت بندھاتا ہے اور دانش و حکمت کے صحیفوں میں آب زر سے لکھا جاتا ہے کہ "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے"۔ کتب تاریخ کے مطابق ان کے خاندان کا تعلق مشہور درویش شیخ بہلول رحمۃ اللہ علیہ سے بتایا جاتا ہے۔ حضرت جمال الدین حسینی المشہور گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے خادموں سے قریبی رشتہ داری کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ آپ کے والد حیدر علی اور والدہ فخر النساء نے آرکاٹ میں ایک ولی کامل ٹیپو مستان کے دربار میں حاضری دے کر بیٹے کی ولادت کی دعا مانگی۔ اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں جو بیٹا عطا کیا اس کا نام تو والدین نے فتح علی رکھا مگر تاریخ میں وہ اس ولی کامل ٹیپو مستان کی نسبت سے سلطان ٹیپو ہی مشہور ہوا۔ والد نے بچپن ہی میں شاہزادوں کی طرح ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ماہر ساتذہ سے تیر اندازی، نیزہ بازی، گھڑ سواری، فن تیرا کی اور جنگی چالوں کی تربیت دلائی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں انہیں مختلف فوجی مہمات کا سربراہ بنایا گیا، جس میں انہوں نے ذہانت، شجاعت اور فوجی مہارت کا لوہا منوایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب 1782 میں ان کے والد کی اچانک وفات ہوئی تو انہوں نے کاروبار مملکت بطریق احسن سنبھال لیا۔ اپنے سترہ سالہ دور حکومت میں اگرچہ انہیں مسلسل انگریزوں سے جنگوں کا سامنا رہا مگر اپنی خداداد فہم و فراست، بصیرت و حکمت اور حسن انتظام سے انہوں نے اپنی مملکت کو ترقی و خوشحالی سے اس طرح ہمکنار کیا کہ ہندو مسلم رعایا ان کی شہادت کے بعد بھی محبت سے انہیں یاد کرتی رہی۔ ان کی خدا ترسی، فیاضی، رعایا دوستی، غریب نوازی اور حب الوطنی کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رعایا کی ایسی محبوبیت نصیب فرمائی کہ جو جلال الدین اکبر کا جلال اور اورنگ زیب عالمگیر کا تقویٰ و ورع بھی حاصل نہ کر سکے۔ یہ ان کی محبوبیت ہی تھی کہ دکن کے لوک گیتوں اور عورتوں کی لوریوں میں بھی سلطان ٹیپو گنگنایا جانے لگا تھا۔ دکنی میں لوک گیتوں کے اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

اللہ کے منگتیوں دعا بارے بار
میرا بیٹا ہوندے ٹیپو جیسا سردار
گنوے گنوں بجتیں نوبت نقارے
ٹیپو کی صفتاں کے گن گائے سارے
میرے اللہ! ٹیپو کی سات ملکاں تعریف ہو
جمین شی آسمان تک ٹیپو کی توصیف ہو

سلطان ٹیپو کی جدوجہد آزادی نے عوام کے دلوں میں انگریزوں سے اپنے ملک کو بچانے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا اور یہ جذبہ لوک گیتوں میں ڈھل گیا تھا۔

ایسے ڈھول کے طوفان میں پتا پٹ مرندے
انگریجاں ہمارے ملک شی پہلے نٹھاندے
میرے مولا ٹیپو کو تو ایسی طاقت دیوے
جس کے سہارے انگریجاں نٹھاندے

عوام کے جذبوں اور سلطان کی بہادری کے باوجود جب ننگ دین ننگ وطن غدار اعظم میر صادق، غلام علی لنگڑا اور ہندو شیر پورنیا کی غداری سے جیتی ہوئی بازی ہار میں تبدیل ہوئی اور سلطان ٹیپو شہید ہو گئے تو تب بھی مدتوں تک علاقے کے لوک گیتوں میں سلطان کا نام محبت و عقیدت کا استعارہ بن کر گونجتا رہا۔ ملاحظہ ہو:

نشیب کی مجبوری کیا سنی میری بھان
ٹیپو جیسے پاشا کی بھی نشیب لی ہے جان

عورتیں پھر کسی ٹیپو جیسے بیٹے کی دعا مانگتی رہیں:

ٹیپو جیسا گھر میں جو ایک بیٹا ہوئینگا
سجاراں ، لاکھاں پوانے بھاری ہوئینگا
ہمیں ماواں کے پیٹ میں ایسا بیٹا آندے
ٹیپو سریکا وہ شیر نر ہوندے

سلطان ٹیپو نے سترہ سالہ دور حکومت میں جنگوں میں مبتلا رہنے کے باوجود اس حسن انتظام سے حکومت کی کہ ان کا چند سالہ دور ہندوستان کے کئی بادشاہوں کی صدیوں کی حکومت پر بھاری ہے۔ انہوں نے اپنی سلطنت کی بنیاد قرآن وسنت اور فقہ حنفی پر رکھی تھی۔ وہ علم وادب کے دلدادہ تھے۔ ان کی لائبریری ہندوستانی ریاستوں میں ایک لاجواب لائبریری تھی۔ جس میں مختلف زبانوں میں کتب موجود تھیں۔ صنعت و حرفت زراعت اور ذرائع آمد ورفت میں میسور اپنی مثال آپ تھا۔ انہوں نے مقامی طور پر اسلحہ سازی کی صنعت کو فروغ دیا۔ اس وقت راکٹ کی اختراع کی جب کہ ابھی کسی کے پاس یہ تکنیک نہیں تھی۔ دوسری جنگ عظیم میں اسی قدیم راکٹ کی جدید شکلوں کو استعمال کیا گیا۔

زراعت کے لئے انہوں نے کرشنا راج ساگر ڈیم کی بنیاد رکھی جسے بعد میں راجہ وڈیر نے 1911 میں دوبارہ تعمیر کروایا۔ بہترین صندل کاشت کروایا۔ بنگال اور چین سے ریشم کے کیڑے لا کر ریشم سازی کی صنعت کو فروغ دیا، اسی کا اثر ہے آج بھی ہندوستان کی ریشم سازی میں 75% میسور کا اثر ہے۔ اندرونی نظم ونسق کے ساتھ ساتھ انہوں نے خارجہ پالیسی پر بھی توجہ دی۔ سلطان ترکی اور فرانس کے نپولین بوناپارٹ سے مراسم قائم کئے۔ ان کی بھرپور کوشش تھی کہ نظام حیدر آباد مرہٹے اور دیگر ریاستوں کے نواب مل کر انگریز کا مقابلہ کریں تاکہ ہندوستان کو بیرونی تسلط اور غلامی سے بچایا جا سکے۔ لیکن افسوس کہ اس وقت کے راجوں مہاراجوں نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ انگریزوں کی سازش میں شریک ہو کر بار بار سلطان پر جنگیں مسلط کرتے رہے۔ اس کے باوجود دو لڑائیوں میں سلطان نے انگریزوں کو شکست فاش دی۔ انگریزی فوجوں سے ہتھیار رکھوائے ان کے جرنیل کو گرفتار کیا مگر واحسرتا! میدان جنگ میں دشمن کو شکست دینے والے اپنی صفوں کے اندر گھسے ہوئے غداروں سے نہ بچ سکے۔ جب میر صادق، غلام علی لنگڑا اور پورنیا کی ملی بھگت سے انگریز قلعہ سرنگا پٹم میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور سلطان بنفس نفیس اگلی صفوں میں داد شجاعت دینے لگے تو ان پر غداروں کا راز واضح ہوا۔ انہوں نے بصد حسرت و یاس فرمایا: "اے غدارو! تم اس غداری کا انجام ضرور دیکھو گے، تم اور تمہاری نسلیں انگریزوں کے ماتحت غلامی کی زندگی گذاریں گی۔ تم ایک ایک چاول اور پیاز کی ایک ایک ڈلی کو ترسو گے" افسوس کہ 4 مئی 1799 ہجری کو جنگ آزادی کا یہ اولین ہیرو جام شہادت نوش کر گیا۔

با کردند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

☆☆☆

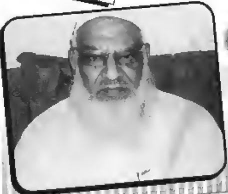

صاحبزادہ پیر غلام صدیق احمد نقشبندی

مرکزی نائب امیر جماعت اہل سنت پاکستان

انٹرویو پینل: عبدالقادر مصطفائی، محمد اظہر اقبال

خوش لباس، خوش مزاج، خوش اخلاق، مہمان نواز، ہر کام کو ایک ڈھنگ، طریقے اور سلیقے سے کرنے کے عادی۔۔۔۔پیری مریدی کے بھیس میں عیاری، مکاری اور دیگر مکروہ دھندوں سے بالکل ناآشنا اور اپنے اسلاف کے پیغام اور تعلیمات کے اصل پیرو اور مبلغ یہ ہیں حضرت صاحبزادہ پیر غلام صدیق احمد نقشبندی مدظلہ العالی جو جامع مسجد گلزار مدینہ کے منتظم اور آستانہ عالیہ گلزار مدینہ کے سجادہ نشین، انجمن گلزار مدینہ کے سربراہ اور جماعت اہل سنت پاکستان کے دیرینہ اور مخلص قائدین میں سے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ہر کام کو بڑے ہی نظم اور دستور کے مطابق کرنے کے قائل ہیں اور یقیناً کامیابی بھی اسی میں ہے۔ جماعت اہل سنت کے لئے آپ کی بے شمار قربانیاں ہیں۔ سنی کانفرنس لاہور انٹرنیشنل سنی سیکریٹریٹ کے سنگ بنیاد کی تقریب کی تیاری کے موقع پر راقم الحروف نے حضرت کو ایسے کام بھی کرتے دیکھا جنہیں کرنا ایسے قد کاٹھ کے لوگ اپنے مقام و مرتبہ کی توہین سمجھتے ہیں۔ محترم جناب بہاؤ الدین کے حکم پر حضرت سے انٹرویو کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: ''نہ کرواتے چھپانا مشکل ہو جائے گا''۔ آپ کی خیال افروز باتیں اور جماعتی ڈسپلن اور نظم ضبط کو بہتر بنانے کے حوالے سے اصلاح طلب گفتگو قارئین دلیل راہ کے پیش خدمت ہے۔

دلیل راہ:۔ اپنے ذاتی تعارف، تعلیم اور تعلیمی مراحل کے حوالہ سے آگاہ فرمائیں؟

پیر صاحب:۔ سیالکوٹ کا زمیندارہ گھرانہ راجپوت کھوکھر۔ والد صاحب سیالکوٹ سے ہجرت کر کے اپنے پیر صاحب کے ہاں گجرات تشریف لائے۔ پیر صاحب نے والد صاحب کو اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ اس طرح سے ہمیں آستانہ عالیہ گلزار مدینہ کی چوکیداری کا شرف حاصل ہوا۔ گورنمنٹ پبلک ہائی سکول اور زمیندارہ ہائی سکول گجرات سے تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں M.Sc اکنامکس اور بی۔ ایڈ کیا۔ زمانہ طالب علمی سادہ سادہ گزری کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔

دلیل راہ:۔ آپ اپنی بیعت واسلاف کے تعارف سے آگاہ فرمائیں؟

پیر صاحب:۔ بیعت پیرومرشد بابا جی محمد علی پشاوری اور آپ کی وفات کے بعد والد گرامی حضرت صوفی غلام قادر کے دست اقدس پر بیعت کی۔ بابا جی محمد علی کے پیرومرشد صاحبزادہ غلام دستگیر اور ان کے پیرومرشد بابا جی حسن محمد گجراتی تھے جو بابا جی فقیر محمد چوراہی کے خلفاء میں سے ایک ہیں۔

دلیل راہ:۔ آپ کی زیر نگرانی گجرات شہر میں ایک انتہائی خوبصورت مسجد تعمیر ہوئی اس کی مختصر تعریف وتاریخ۔

پیر صاحب:۔ جامع مسجد گلزار مدینہ صرف ایک مسجد نہیں ایک خانقاہ ہے، ایک نظریہ ہے، اسلاف کی یادگار ہے، بے شمار معتقدین کی عقیدت کا مرکز ہے۔ بابا جی محمد علی نے ۱۹۳۰ء میں اس کی تعمیر فرمائی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تعمیر نو کی ضرورت محسوس ہوئی لہٰذا اس کی تعمیر نو کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ سول انجینئرنگ کے لئے کراچی کے مشہور انجینئر عبدالغنی قاسم نے نقشہ تیار کیا جبکہ اس کا آرکیٹیکچر اور تعمیر ساری کی ساری اللہ کے فضل وکرم سے میرے حصے میں آئی۔ اللہ قبول فرمائے آمین

دلیل راہ:۔ یارسول اللہ ﷺ پکارنے والے غلامان رسول ﷺ کے نمائندہ ومتفقہ پلیٹ فارم جماعت اہل سنت پاکستان کے آپ دیرینہ مخلص قائدین میں سے ہیں۔ جماعت اہل سنت اور اپنی جماعتی زندگی کے حوالے سے کچھ ارشاد فرمائیں؟

پیر صاحب:۔ ہمارے شجرہ بردار ہمیں سیدنا فاروق اعظم کی اولاد بتاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے اور یقیناً ہے تو جس دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آقائے دوجہاں ﷺ کی غلامی اختیار کی، اسی دن سے ان کے صلب میں اہل سنت و جماعت میں شامل ہوگیا۔ باقی رہی موجودہ جماعت اہل سنت جو ایک تنظیمی وتحریکی ڈھانچہ ہے اس کے ساتھ ۱۹۷۸ء کے بعد کچھ سال لوگ جذباتی طور پر متعلق رہے۔ ان کی مناسب رہنمائی نہ کی جا سکی۔ جس کی وجہ سے لوگ بددل ہونا شروع ہوگئے۔

میرے خیال میں آج جماعت اہل سنت میں ورکر نادار والبتہ لیڈر اور راہنما سب موجود ہیں، جو راہنمائی کرنے کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کے لئے کوشاں ہیں۔ جماعت کو اگر متحرک کرنا ہے تو ہمارے لیئے ضروری ہے کہ ہم مخلص نوجوانوں کو میرٹ پر قیادت سونپیں۔ ذاتی پسند ناپسند ذاتی تعلق ولاتعلقی سے ہمیں بالاتر ہونا پڑے گا۔

دلیل راہ:۔ جماعت اہل سنت کے تاریخی ویادگار اجتماعات اور انٹرنیشنل سنی سیکریٹریٹ کے قیام میں آپکا بڑا اہم کردار رہا ہے، لیکن ان دنوں آپ جماعتی معاملات میں اتنے سرگرم ومتحرک محسوس نہیں کئے جا رہے؟

پیر صاحب:۔ جماعت اہل سنت کے لئے میں آج بھی درد دل رکھتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں اب میری رائے عموماً ناگوار محسوس کی جا رہی ہے، لہٰذا کنارہ کش ہوں۔ دل جلتا ہے، جلتا رہے گا۔ مرنے کے بعد بھی دل چیر دو گے اس میں بھی جماعت اہل سنت سے محبت پاؤ گے۔

دلیل راہ:۔ اہل سنت وجماعت کے اتحاد کے حوالے سے آپ کیا خیال فرماتے ہیں؟

پیر صاحب:۔ اتحاد واتفاق کے لئے میں بہت آگے آگے رہا ہوں۔ جب علامہ سید احمد سعید کاظمی اور صاحبزادہ فضل کریم کے درمیان اختلافات نے جگہ لی تو صوفی محمد علی نقشبندی سیالکوٹ والے، امجد علی چشتی کامونکی، صاحبزادہ فضل الرحمٰن اوکاڑوی اور چند دیگر مخلصین کے

ہمراہ اتحاد کی کوشش کی (آج صوفی محمد علی سے جماعت کا کوئی رابطہ نہیں اور بندہ بھی صفائی کے کپڑے کی طرح ایک کونے میں پڑا ہوا ہے البتہ الحاج امجد علی چشتی جو حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی کے مرید خاص ہیں آج بھی جماعت میں بڑی خاص اہمیت رکھتے ہیں) جو عین آخری مرحلے میں بالارادہ یا بلا ارادہ مختلف افراد کی طرف سے سبوتاژ کر دی گئی۔ بعدازاں ATI کے سابقین کی کوششوں کے نتیجہ میں دارالعلوم حزب الاحناف ۱۹۹۳ء میں منعقدہ اجلاس میں جماعت اہل سنت کے تمام گروپ متحد ہو گئے۔ نہایت سکون ملا اور خوشی محسوس ہوئی۔

دلیل راہ۔ متحدہ جماعت اہل سنت کے اہم کارنامے اور موجودہ صورت حال سے آگاہ فرمائیں۔

پیر صاحب:۔ جماعت اہل سنت کے ایک ہونے کے بعد اس کے کام کرنے میں نیازی، نورانی اختلافات وقت ڈالتے رہے۔ امیر محترم علامہ سید مظہر سعید کاظمی، جناب شاہ احمد نورانی کے حامی ہوا کرتے اور اس وقت کے ناظم اعلیٰ محترم پیر محمد افضل قادری مدظلہ نیازی گروپ کی طرف میلان رکھتے۔ ہر وقت نورانی کے حق میں کیوں ہے نیازی کے خلاف کیوں ہے۔۔۔ جماعت کے گلے پڑا رہتا۔

پیر افضل قادری صاحب نہایت ہمت اور جرأت والے کارکن تھے لیکن ساتھ ہی انہیں اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں تھا، عموماً اختلافات کو انا کا مسئلہ بنا لیتے لیکن اس وقت کی کچن کیبنٹ جس میں اس فقیر کے علاوہ جناب امجد علی چشتی، صاحبزادہ فضل الرحمٰن، سید مصطفیٰ اشرف رضوی، سید محمد صفدر شاہ، جناب احمد عبدالرزاق ساجد اور محمد نواز کھرل شامل تھے، معاملے کو سنبھال اور سلجھا لیتے اور امیر محترم اور ناظم اعلیٰ کے درمیان پل کا کام کرتے۔ معاملات کھٹے میٹھے چلتے رہے بالآخر جامعہ نعیمیہ لاہور میں ایک اجلاس میں مارچ کرنے اور نہ کرنے پر اختلاف ہوا۔ پیر افضل قادری نے مصلحت کو پیش نظر نہ رکھا، جذبات میں بھرے مجمعے میں الٹی سیدھی تقریر فرما دی۔ جس پر بہت تلخی پیدا ہوئی۔ پیر افضل نے کسی سے مشورہ کئے بغیر استعفیٰ دے دیا جس میں عندیہ دیا کہ دوسری جماعت بنا کر کام کریں گے۔ امیر محترم نے بھی سکھ کا سانس لیا اور فوراً استعفیٰ منظور فرمایا۔ نئے ناظم اعلیٰ کے لئے پیر سید ریاض حسین شاہ کا انتخاب کیا۔ یہ فیصلہ ہر طرف اور ہر سطح پر سراہا گیا اور اُمید کی گئی کہ اب جماعت زیادہ احسن طریقے سے کام کرے گی اور ایسا ہوا۔ جماعت تھوڑی بہت جاگی، کئی کارنامے انجام دیئے، اجلاس ہوتے، بحث و تمحیص ہوتی۔ عموماً یہ اجلاس امجد علی چشتی صاحب کے گھر پر ہوتے۔ یہاں شاندار میٹنگ کے ساتھ شاندار کھانے کا اہتمام بھی ہوتا۔

دلیل راہ:۔ جماعت اہل سنت کے کام کی رفتار اور اسے مزید بہتر بنانے کے حوالے سے آپ کے خیالات وارشادات؟

پیر صاحب۔ جماعتی انتخابات عموماً اس اُمید پر ہوتے ہیں کہ جماعت میں نیا اور گرم لہو شامل کیا جائے گا لیکن میرا احساس ہے کہ جماعت کے انتخابات کے oven میں پرانے اور متبرک بزرگوں کو ریفریش کیا جاتا ہے۔ انتخابات انتشار کا ذریعہ بنتے رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انتخابات میرٹ پر نہیں ہوتے اور منتخب ہونے کے لئے جماعتی آئین کی پاسداری نہیں کی جاتی۔ کارکن بددل ہو چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ جماعت میں اب وہ فعالیت نہیں جو پہلے موجود تھی۔ بہر حال لکیر پیٹنے کی بجائے ہمیں حالات کو درست کرنا چاہیئے۔ اگر جماعت اہل سنت کو عوامی جماعت بنایا جائے اس کا انتظام و انصرام نوجوانوں کے سپرد کیا جائے بزرگ رہنمائی فرمائیں تو یقیناً حالات سدھر سکتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ جماعت صرف مولویوں اور پیروں کی نہ رہے بلکہ حقیقتاً اہل سنت کی جماعت بن جائے تو انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔ معاشرے کا چھوٹا سا گروہ جو وکلاء پر مشتمل ہے وہ ملک میں ایک بڑی تبدیلی کا ذریعہ بن سکتا ہے تو جماعت اہل سنت اگر متحرک ہو اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی حقیقی

خواہاں ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ اس ریلے کے سامنے کوئی طاقت ٹھہر سکتی ہو۔ ضرورت منظم و متحرک ہونے کی ہے۔

دلیل راہ:۔ آپ سمیت دیگر مرکزی عہدیداران کس حد تک اپنی ذمہ داری بطریق احسن نبھا رہے ہیں۔

پیر صاحب:۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جماعت کے عہدیداران سوائے عہدہ حاصل کرنے کے اور کچھ نہیں کر رہے۔ جو بھی کارکردگی بیان کی جائے گی وہ صرف سطحی ہو گی۔ اصل معاملات یعنی اتحاد اہل سنت اور نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ پر وہ توجہ نہیں دی جا رہی جن کی بناء پر یہ مقاصد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

دلیل راہ:۔ اہل سنت و جماعت کی سیاسی تنظیموں و شخصیات کے اتحاد کی کوئی سبیل؟

پیر صاحب:۔ اہل سنت کے سیاسی گروپ بھی شعوری یا لاشعوری طور پر اہل سنت کے اجتماعی مفادات کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ ہر کسی نے اپنی ڈیڑھ اینچ کی مسجد بنا رکھی ہے یا پھر ایسی قوتوں سے اتحاد کر رکھا ہے جو اعتقادی طور پر یا عملی طور پر اہل سنت کے مفادات کو پیش نظر نہیں رکھتے۔

دلیل راہ:۔ سنی اتحاد کونسل کے بارے میں آپ کیا خیال فرماتے ہیں؟

پیر صاحب:۔ سنی اتحاد کونسل ایک روشنی کی امید ہے، لیکن میرے جیسا خوش امید شخص بھی وہاں پر موجود ذاتی مفادات کی بنا، پر کوئی خاص امید نہیں رکھتا۔

دلیل راہ:۔ اہل سنت کی مقتدر شخصیات سے آپ کا قریبی تعلق و واسطہ ہے کس شخصیت سے آپ متاثر ہیں؟

پیر صاحب:۔ میرے لئے تمام بزرگ معتبر ہیں، قابل احترام ہیں سب سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا میرے لئے مشکل ہے کہ اپنے ادب و احترام اور محبت کو منقسم کروں۔

دلیل راہ:۔ انٹرنیشنل سنی سیکریٹریٹ کے بارے پروپیگنڈہ کیا گیا کہ اس کی رجسٹری ایک دو بزرگوں کے نام ہے۔ سنی سیکریٹریٹ کے انتظامی معاملات و پروگرام سے آگاہ فرمائیں۔

پیر صاحب:۔ انٹرنیشنل سنی سیکریٹریٹ کی زمین خریدنا بہت بڑا کارنامہ ہے، جو یقیناً سید ریاض حسین شاہ کی مخلصانہ اور بہترین پلاننگ کا شاندار کارنامہ ہے۔ ایک تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ سنی سیکریٹریٹ کی رہائشی سکیم میں بندر بانٹ کی گئی ہے، حالانکہ ایسا کہنا بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ جس سنی نے سیکریٹریٹ کی خریداری کے لئے اس وقت چار لاکھ پیش کیا حقیقتاً اس نے چار کنال رقبہ کی قیمت ادا کی جبکہ سنی سیکریٹریٹ نے اسے صرف ایک کنال زمین دی اور باقی تین کنال خود رکھی، لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ ان لوگوں کو سیکریٹریٹ نے زمین دی بلکہ انہوں نے سیکریٹریٹ کو زمین دی۔

سنی سیکریٹریٹ ایک ٹرسٹ کے زیر انتظام ہے، جس کے ٹرسٹیز نے اس کی زمین حاصل کرنے کے لئے متحرک و فعال کردار ادا کیا۔ یہ ٹرسٹ باقاعدہ رجسٹرڈ ہے اس زمین کو نہ بیچا جا سکتا ہے نہ سنی سیکریٹریٹ کے مقاصد و پروگرام کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس بات کو اپنوں اور غیروں سب کو ذہن نشین رکھنا چاہئے۔ جلد یا بدیر اس جگہ (انشاءاللہ) انٹرنیشنل سنی سیکریٹریٹ کا قیام ہی عمل میں آئے گا۔ جماعت اہل سنت کے بزرگوں کو بھی چاہئے کہ وہ اس خیال سے نکل آئیں اس پراجیکٹ پر ان کی ہی گرفت ہے۔ ٹرسٹیز کو فعال کرنا چاہئے اور ان کے ذمہ اس کی آبادی اور انتظام و انصرام کر دینا چاہئے

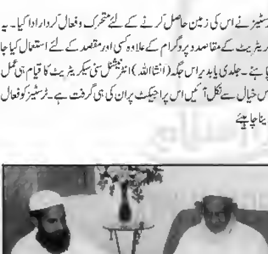

دلیل راہ:۔ آپ کی پسندیدہ کتاب؟

پیر صاحب:۔ قرآن مجید

دلیل راہ:۔ آپ کا پسندیدہ شعر؟

پیر صاحب:۔ نبی پاک ﷺ کی نعت

دلیل راہ:۔ آپ کا پسندیدہ لباس؟

پیر صاحب:۔ سفید شلوار قمیض

دلیل راہ:۔ آپ کا پسندیدہ کھانا؟

پیر صاحب:۔ جو وقت پر مل جائے۔

دلیل راہ:۔ آپ کی پسندیدہ خوشبو؟

پیر صاحب:۔ جو دوسروں کو اچھی لگے۔

دلیل راہ:۔ آپ کا پسندیدہ پھول؟

پیر صاحب:۔ ہر پھول۔

دلیل راہ:۔ قارئین دلیل راہ اور قائدین و کارکنان جماعت اہلسنت کے نام آپکا پیغام؟

پیر صاحب:۔ میرے خیال میں اوپر کے مضامین چھپ گئے تو کافی پیغام پہنچ جائیں گے۔

☆☆☆

تحریر: صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری

کھول کر آنکھیں مرے ''آئینۂ گفتار'' میں
''آنے والے دور'' کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!

انگریزوں نے ۱۹۰۱ء میں برعظیم پاکستان وہند کے شمال مغرب میں واقع علاقے کو اپنی انتظامی ضرورتوں کے تحت ''شمال مغربی صوبے'' کا نام دیا اور اس وقت سے اب تک یہی نام مستعمل ہے۔ قیام پاکستان تک کسی نے اعتراض کیا اور نہ انگریزوں سے مطالبہ کیا کہ ان کے صوبے کا نام پختون قومیت کی بنیاد پر رکھا جائے۔ قیام پاکستان کے وقت ''شمال مغربی سرحدی صوبہ'' میں سرحدی گاندھی سردار عبدالغفار خان المعروف باچا خاں کی قائم کردہ سرخ پوش پارٹی کی حکومت تھی۔ اس وقت بھی کسی نے ایسا مطالبہ نہ کیا حالانکہ باچا خاں اس وقت بآسانی ایسا کر سکتے تھے۔ صوبہ سرحد کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کے لئے ریفرنڈم کرانا طے پایا تو باچا خاں نے مسلم لیگ کے ''مطالبہ قیام پاکستان کی نہ صرف شدید مخالفت کی بلکہ انڈین کانگریس کا بھرپور ساتھ دیا اور وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ہندو لیڈروں کی ایما پر صوبہ سرحد کو خودمختار سٹیٹ بنانے اور اس کا نام پختونستان رکھنے کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے انگلستان جا کر کہا کہ میں ایسی چنگاری چھوڑ آیا ہوں جو ہمیشہ سلگتی رہے گی۔ سرخ پوش لیڈر باچا خاں کی حمایت کے لئے پنڈت جواہر لعل نہرو نے صوبہ سرحد کا دورہ بھی کیا۔ مسلم لیگ کے اس وقت کے رہنما خان عبدالقیوم خاں تھے جنہوں نے درد دل رکھنے والے اور اسلام کے جذبہ سے سرشار پختونوں کو اکٹھا کیا۔ پیر آف مانکی شریف اور پیر آف مانکی شریف جیسے بلند پایہ علماء و مشائخ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا جس کے نتیجہ میں مسلم لیگ نے صوبہ سرحد کا ریفرنڈم جیت لیا اور باچا خاں سمیت پختونستان کا نعرہ لگانے والوں کو شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا۔ انجام کار صوبہ سرحد پاکستان کا حصہ قرار پایا اور خان عبدالقیوم خاں صوبہ کے پہلے وزیراعلیٰ بنے۔ اس طرح پختونستان کا مسئلہ اپنی موت آپ مر گیا۔ باچا خاں کے انڈین کانگریس کے ساتھ اس قدر گہرے تعلقات اور روابط تھے کہ ان کی ''خدمات'' کے عوض کافی عرصہ بعد ہندو رہنما کرم چند گاندھی نے باچا خاں کو خطیر انعام دیا اور ایک لاکھ روپے کی تھیلی بھجوائی۔ جہاں تک باچا خاں کی پاکستان دشمنی کا تعلق ہے، وہ انہوں نے مرتے دم تک بدستور قائم رکھی حتیٰ کہ انہوں نے وصیت کی کہ ''ان کی موت کے بعد انہیں افغانستان کے دارالحکومت کابل میں دفن کیا جائے''۔ چنانچہ خان عبدالغفار خاں کی وفات پر ان کی خواہش کے مطابق انہیں کابل ہی میں دفن کیا گیا، جہاں وہ آج تک آسودہ خاک ہیں، افسوس ہے کہ اس طرح ان کو اپنے وطن کی سرزمین پر دفن ہونے کی سعادت نہ مل سکی اور وہ ''دیار غیر'' میں دفن ہوئے۔ اس سے ان کی ''پاکستان دشمنی'' کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

باچا خاں کی وفات کے بعد، ان کے بیٹے خاں سردار عبدالولی خاں ان کے جانشین بنے۔ انہوں نے ان کے ناکام مشن کو بدستور جاری رکھا، لیکن ہر انتخاب میں ان کو بھی شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا۔ البتہ میاں نواز شریف پہلی بار وزیراعظم بنے تو انہوں نے نیشنل عوامی پارٹی کو قومی دھارے میں لانے کے لئے ولی خاں سے اتحاد کر لیا حالانکہ اس سے قبل بھٹو صاحب نے بغاوت کیس بنا کر انہیں جیل میں ڈال رکھا تھا اور جنرل ضیاء الحق نے انہیں اور ان کے دیگر ساتھیوں کو رہا کیا تھا۔ نواز شریف نے غلام احمد بلور کو وفاقی وزیر ریلوے مقرر کیا لیکن ان اقدامات کے باوجود نیشنل عوامی پارٹی جو اب عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) بن گئی تھی ٹس سے مس نہ ہوئی اور وہ اپنے پرانے مطالبات پر بدستور قائم رہی۔ اسمبلیوں میں معدود چند سیٹیں لینے والے آج صوبہ سرحد میں حکمران ہیں۔ یہ سب کچھ میاں نواز شریف اور جنرل مشرف کا کیا دھرا ہے جس کی میاں نواز شریف اور قوم سزا بھگت رہی ہے۔

ولی خاں نے بھٹو مخالف نو ستاروں کے اتحاد (قومی اتحاد) میں بھی حصہ لیا اور ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف چلنے والی جمہوری تحریک میں پورا ساتھ دیا۔ ان کے بعد ان کی بیگم پارٹی سربراہ بنیں اور اب خیر سے ان کے فرزند اسفند یار ولی سربراہ ہیں۔ یاد رہے کہ اے این پی کی پالیسی پہلے کمیونسٹ نواز تھی اور وہ امریکہ کے مقابلے میں روس کی حامی تھی۔ لیکن 2008ء کے انتخابات سے قبل اسفند یار ولی خفیہ دورہ پر امریکہ گئے، وہاں سے واپس آئے تو انتخابات میں حیران کن حد تک انہیں اتنی سیٹیں ملیں کہ وہ اقلیت میں ہونے کے باوجود حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے حالانکہ 2003ء کے انتخابات میں صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کے اتحاد نے بھرپور کامیابی حاصل کی تھی اور اس نے 5 سال تک حکومت کی لیکن یہاں پاکستان میں انتخابات کے پیچھے خفیہ ہاتھ ہوتا ہے جو ''انجینئرڈ'' کر کے مرضی کے نتائج پیش کرتا ہے۔

یاد رہے کہ اسلامی جماعت جمعیت العلمائے اسلام (ف) اور جمعیت العلماء پاکستان جیسی دینی جماعتیں اس اتحاد میں شامل تھیں۔

2008ء کے انتخابات میں جماعت اسلامی اور تحریک انصاف وغیرہ نے انتخاب میں حصہ ہی نہ لیا جس کی وجہ سے اے این پی کو کامیابی حاصل کرنے میں آسانی ہو گئی۔

حیران کن امر یہ ہے کہ اے این پی اب امریکہ کے خلاف اتنی شدت اور حدت سے زبان نہیں کھولتی جو کبھی اس کا وطیرہ اور شیوہ تھا۔ درد دل رکھنے والے لوگوں کو اے این پی کی امریکہ دوستی اس لئے کھٹکتی ہے کہ امریکہ کے تھنک ٹینکس پختونستان کے قیام کے حامی ہیں۔ امریکہ میں ایک ایسا نقشہ چھپ چکا ہے جس میں افغانستان، صوبہ سرحد اور بلوچستان کے پشتون علاقوں کو ''مجوزہ پختونستان'' کا حصہ دکھایا گیا ہے۔

اگرچہ اے این پی نے بظاہر پختونستان کا نام چھوڑ کر اب ''پختون خواہ'' رکھ لیا ہے۔ بدقسمتی سے آصف زرداری اور ان کے والد حاکم علی نیشنل عوامی پارٹی کے کسی زمانے میں عہدیدار رہے ہیں۔ اسی لئے آصف زرداری نے ہوشیاری اور عیاری سے کام لیتے ہوئے برسر اقتدار آتے ہی پختون خواہ کی حمایت شروع کردی اور اسے اٹھارہویں ترمیم میں شامل کرا دیا۔ آصف زرداری کے دو مقاصد تھے: ایک تو اسفند یار ولی خاں کو خوش کرنا تھا اور دوسری طرف وہ میاں نواز شریف کو تنگ کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میاں نواز شریف لامحالہ پارٹی پالیسی کے تحت پختون خواہ کی مخالفت کریں گے اور اس طرح اٹھارہویں ترمیم منظور نہ ہوسکے گی۔ ادھر اے این پی نے آئینی ترامیم کمیٹی میں اٹھارہویں ترمیم کی منظوری کو اس امر سے مشروط کردیا کہ ان کے صوبہ سرحد کا نام پختون خوا رکھا جائے ورنہ وہ اسے منظور نہیں کریں گے۔ میاں نواز شریف کے ذہن پر اٹھارہویں ترمیم منظور کرانے اور سترہویں ترمیم کے خاتمے کا ''بھوت'' سوار ہوچکا تھا، اس لئے انہوں نے ''ہزارہ'' کے عوام کا مطالبہ اور سردار مہتاب عباسی جیسے وہاں سے منتخب ہونے والے مسلم لیگ ن کے نمائندوں کے جذبات و احساسات کو نظرانداز کرتے ہوئے خیبر پختون خواہ کے نام کو تسلیم کرلیا۔

اس کا نتیجہ وہی ہوا جو یقینی طور پر ہونا چاہئے تھا۔ ہزارہ ڈویژن کے ہزارہ قبیلہ پر مشتمل عوام اور گوجری بولنے والے گوجر متحد ہوکر میدان عمل میں آگئے اور انہوں نے الگ صوبہ کا مطالبہ کردیا۔ مسلم لیگ ق جو وہاں سے شکست کھا چکی تھی، اس نے موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور میدان عمل میں کود پڑی۔ علیحدہ صوبہ کا مطالبہ شدت اختیار کرگیا۔ اس سلسلہ میں جماعت اسلامی اور تحریک انصاف نے بھی پورا پورا ساتھ دیا اور اس طرح ہزارہ کو صوبہ بنانے کی بھرپور تحریک شروع ہوگئی۔ لوگ سڑکوں پر آگئے، ٹائر جلائے گئے اور سڑکوں کی ٹریفک بند کردی گئیں، حتیٰ کہ شاہراہ ابریشم بھی بند ہوگئی۔ حکومت نے حسب معمول ظالمانہ راستہ اپنایا۔ پولیس نے کرفیو لگا دیا، لیکن لوگ کرفیو کے باوجود گھروں سے باہر نکل آئے۔ آنسو گیس کے علاوہ پولیس نے گولیاں بھی چلا دیں۔ فائرنگ سے آٹھ دس افراد مارے گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ ہزارہ صوبے کا مطالبہ مزید شدت اختیار کرگیا۔ بامر مجبوری مسلم لیگ ن کے ایم این اے اور قیام پاکستان کے شدید حامی سردار مہتاب خاں عباسی نے اپنی نشست سے استعفیٰ دے دیا۔ سردار مہتاب خاں عباسی لسانی سیاست کے شدید مخالف ہیں اور وہ دھیمے مزاج کے انسان ہیں۔ یہ استعفیٰ تادم تحریر میاں نواز شریف نے منظور نہیں کیا تاہم اس استعفیٰ نے خطرناک صورت حال ضرور پیدا کردی ہے۔

شنید ہے کہ اب انیسویں ترمیم کی تیاریاں شروع ہیں جس میں ہزارہ صوبہ کا مطالبہ تسلیم کرلیا جائے گا یا پھر ''ہزارہ پختون خواہ'' کا مشترکہ نام قبول کرلیا جائے گا مگر اس کے ساتھ ہی دیگر صوبوں کے قیام کی تحریک بھی زور پکڑ جائے گی، ایک تجویز ہے کہ اگر پختون خواہ قائم رہتا ہے تو ہزارہ صوبہ کے ساتھ ساتھ قبائلی علاقہ پر مشتمل علاقہ میں ''قبائلستان'' کا صوبہ بنا دیا جائے۔ ان حالات میں ''بہاول پور'' اور ''سرائیکی'' صوبوں کا مطالبہ بھی زور پکڑ جائے گا اور اس طرح پنجاب اور پاکستان کی وحدت متاثر ہوگی۔ کیونکہ صوبوں کا قیام بظاہر انتظامی مسئلہ ہے مسلم لیگ ق نے جنوبی پنجاب میں الگ صوبہ قائم کرنے کے لئے قومی اسمبلی میں تحریک پیش کردی ہے جس میں صوبے کا نام ''ستلج یا پنجند'' تجویز کیا گیا ہے۔ آئیے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ نئے صوبے قائم ہونے سے لوگوں کے مسائل ضرور حل ہوں گے لیکن ایسے مواقع پر شدت پسند اور مفاد پرست در آتے ہیں اور ملک کو نقصان پہنچنے کا شدید احتمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں مالی اعتبار سے اس وقت ملک بھاری مالی بوجھ اٹھانے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ جو پہلے ہی مالی و اقتصادی اعتبار سے کمزور ہے اور جس کی معیشت کا بھٹہ بیٹھ چکا ہے۔ انتشار اور افتراق کی فضا بھی عام ہے، فرقہ واریت بھی جاری ہے اور اس پر مستزاد دہشت گردی نے جینا حرام کر رکھا ہے مہنگائی اور بے روزگاری بھی حملہ آور ہیں۔

بقول علامہ اقبال علیہ الرحمۃ:

دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبد نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

☆☆☆

بے نظیر کے قتل کے بارے میں اقوام متحدہ کی رپورٹ

پیپلز پارٹی کی رہنما بے نظیر بھٹو، زرداری کے قتل کے بارے میں اقوام متحدہ کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ سیکرٹری جنرل بان کی مون کو پیش کی اور انہوں نے اسے جاری کردیا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اخبارات کے ذریعے منظر عام پر آگئے ہیں۔ رپورٹ میں جنرل مشرف کی حکومت کو قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق جنرل مشرف کے رشتہ دار ڈی جی ایم آئی (ملٹری انٹیلی جنس) میجر

جنرل ندیم اعجاز کے حکم پر (جو مشرف کے دست راست تھے) راولپنڈی کے سٹی پولیس آفیسر (سی پی او) سعود عزیز نے بے نظیر کی جائے شہادت پر موجود تمام شواہد کو کیمیکلز ملے پانی سے یکسر دھو ڈالا تھا۔ رپورٹ کے مطابق سعود عزیز پر مختلف حوالوں سے الزامات عائد کیے گئے ہیں اور انہیں پوسٹ مارٹم نہ کرانے کا ذمہ دار ٹھہرا گیا ہے۔ حیران کن امر ہے کہ موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی سعود عزیز کو ملتان میں سی پی او تعینات کر دیا تھا۔ رپورٹ میں "جائے قتل" پر شواہد کو دھو ڈالنے کے معاملے کو بہت اہمیت دی گئی ہے کیونکہ یہ شواہد تحقیقات میں انتہائی مفید ثابت ہو سکتے تھے۔

حیران کن بات ہے کہ آئی ایس آئی کے ایک افسر کمانڈر راولپنڈی کرنل جہانگیر اختر شام سے بہت پہلے جنرل ہسپتال میں موجود تھے۔ ایک موقع پر آئی ایس آئی کے نائب سربراہ جنرل نصرت جہانگیر نے اختر کے موبائل فون پر پروفیسر مصدق سے رابطہ کیا تھا۔ ایک ذریعہ نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر کہا کہ سعود عزیز کو جائے حادثہ کو دھونے کے آرڈرز آرمی ہیڈ کوارٹرز سے ملے تھے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایک دو نہیں کئی مواقع پر انکوائری کے دوران سرکاری افسروں نے کھل کر بولنے سے خوف اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ رپورٹ کے مطابق ڈی سی او راولپنڈی عرفان الٰہی آر جی ایچ کے آپریٹنگ روم کے باہر موجود تھے اور انہیں پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں مل رہی تھی تاہم پروفیسر مصدق نے خاندان سے اجازت نہ ملنے کے باوجود ایکسرے ٹیکنیشن غفور کو طلب کیا اور بے نظیر کی کھوپڑی کے دو ایکسرے لئے۔ یہ کام انہوں نے کسی کی اجازت لئے بغیر کیا۔

رپورٹ کے مطابق سی پی او راولپنڈی لیاقت باغ کے باہر دھماکہ کے فوراً بعد جائے وقوعہ کو چھوڑ کر آر جی ایچ روانہ ہو گئے تھے۔ جائے وقوعہ پر جو افسر موجود رہے، وہ ایس پی خرم شہزاد تھے جو سعود عزیز سے فون پر مسلسل ہدایات لیتے رہے۔ رپورٹ کے مطابق سعود عزیز کا کردار متنازعہ ہے کیونکہ جائے وقوعہ کو دھونا غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک سینئر پولیس افسر نے کہا کہ "جائے وقوعہ سے شہادت کو مٹانا مجرمانہ غفلت ہے"۔ پولیس حکام کے مطابق اس میں فوج ملوث تھی۔ رپورٹ کا کہنا ہے کہ پوسٹ مارٹم کے ذریعے موت کی وجہ کا تعین نہ کرنے کے باعث حکومت کی ساکھ کو شدید ترین نقصان پہنچا اور بے نظیر کی موت کے حوالے سے طرح طرح کی قیاس آرائیوں نے جنم لیا۔ سی پی او سعود عزیز موثر تحقیقات میں رکاوٹ بنتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ مزید براں سی پی او نے جوائنٹ انویسٹی گیشن ٹیم کے تحقیقات کاروں کی جائے وقوعہ پر تحقیقات میں قتل کے دو دن بعد تک رکاوٹ ڈالی۔ کمیشن نے یہ بھی کہا ہے کہ سی پی او کا بے نظیر بھٹو کے پوسٹ مارٹم سے دانستہ احتراز موت کی حتمی وجہ جاننے میں رکاوٹ بنا ہے۔ سی پی او کی جانب سے یہ توقع کرنا غیر حقیقی بات تھی کہ آصف زرداری چکلالہ ایئر پورٹ پر اپنی بیوی کی موت کے سات گھنٹے بعد جب ان کی لاش تابوت میں رکھ کر ایئر پورٹ پہنچائی جا چکی تھی، ان کو پوسٹ مارٹم کی اجازت دے سکتے تھے۔ پوسٹ مارٹم زرداری کی آمد سے بہت پہلے راولپنڈی ہسپتال میں ہو جانا چاہئے تھا۔

رپورٹ کے منظر عام پر آتے ہی مختلف شخصیات اور اخبارات و جرائد کی طرف سے تنقید کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ کچھ عرصہ تک یہ تبصرے ہوں گے اور تنقید کا سلسلہ جاری رہے گا۔

جنرل حمید گل نے کہا ہے کہ کمیشن کی رپورٹ میں زرداری کو کلین چٹ دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مشرف کو موجودہ حکومت نے پروٹوکول دیا اور ملک سے باہر جانے کی اجازت دی۔ پاکستان مسلم لیگ ن کے پرویز رشید نے کہا ہے کہ جنرل مشرف کو باہر سے فوراً واپس بلا کر ان پر بے نظیر کے قتل کا مقدمہ قائم کرنا چاہئے تاکہ اصل حقائق سامنے لائے جا سکیں اس کے برعکس مسلم لیگ ق کے سربراہ چوہدری شجاعت نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کی رپورٹ میں جنرل مشرف کو ملزم نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ سابق حکومت کو ملزم قرار دیا گیا ہے۔ چوہدری شجاعت یہ امر بخوبی جانتے ہیں کہ جنرل مشرف کے دور میں حکومت مسلم لیگ ق ہی کی تھی جس کے وہ پارٹی سربراہ تھے۔ کیا وہ یہ ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہیں؟ بے نظیر کے قتل کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے جیو کے پروگرام میں کہا گیا ہے کہ "تقریباً ایک سو کروڑ روپے کی لاگت سے تیار ہونے والی 65 صفحات پر مشتمل رپورٹ میں ان تمام سوالات کے جوابات تا حال باقی رہ گئے ہیں کہ جو اس عظیم سانحہ پر پاکستانیوں کے ذہنوں میں کلبلا رہے تھے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ دراصل "کھودا پہاڑ، نکلا چوہا" کے مترادف ہے۔ اقوام متحدہ کی کمیٹی کے سربراہ نے کسی کو بھی اس واقعہ کا براہ راست مجرم ٹھہرانے یا اس کی نشان دہی سے انکار کر دیا ہے۔ سابق صدر جنرل مشرف کے ترجمان میجر جنرل راشد قریشی نے پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ "اقوام متحدہ کے کمیشن نے اس کیس کے کچھ حصوں پر تو رائے دی لیکن کچھ حصوں پر سنی سنائی بات آگے بڑھا دی ہے"۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کی کمیٹی نے اپنی رپورٹ اس وقت لانچ کی جب پاکستانی تحقیقاتی ایجنسیاں اپنی تحقیقات مکمل کر چکی تھیں اور اسکاٹ لینڈ یارڈ نے بھی ان کی تصدیق کر دی تھی۔

صدر مملکت آصف زرداری کا بیان حیران کن ہے جنہوں نے حسب معمول کہا ہے کہ ہم انتقام پر یقین نہیں رکھتے اور بے نظیر کے قاتل ضرور بے نقاب ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آصف زرداری جنرل مشرف یا ان کی حکومت کے حکام کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کے حق میں نہیں اور انہیں توقع ہے کہ بے نظیر کے قاتل ایک دن خود ہی علی الاعلان کہیں گے کہ "ہم قاتل ہیں اور ہمیں آکر پکڑ لو"۔

پاکستانیوں کا ایک حلقہ ایسا بھی موجود ہے جو آصف زرداری کو بے نظیر کے قتل کا ذمہ دار قرار دیتا ہے کیونکہ وہ خود برملا کہتے ہیں کہ وہ "بے نظیر کے قاتلوں سے آگاہ ہیں"۔

دریں اثنا حکومت نے تین رکنی "فیکٹ فائنڈنگ" کمیٹی قائم کر دی ہے جس میں ایک فوجی جرنیل بھی شامل ہے یہ کمیٹی کیا رپورٹ دیتی ہے اور پھر اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟ یوں لگتا ہے کہ کچھ چھوٹے افسروں کو رگیدا جائے گا اور بڑے بڑے لوگ صاف بچ نکلیں گے کیونکہ رحمان ملک اور بابر اعوان جو موقع پر موجود تھے اور قتل کے بعد رفو چکر ہو گئے، اب وزرائے باتدبیر ہیں۔ ناہید عباسی چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں کہ بے نظیر کے قاتلوں کو بے نقاب کرو مگر ان کی پکار کوئی سننے کو تیار نہیں، بے نظیر کے تمام قریبی ساتھیوں کو کھڈے لائن لگا دیا ہے۔ آخر کیوں؟

اگر وہ ان قاتلوں سے واقف ہیں تو ان کو بے نقاب کر کے ان کو سزا کیوں نہیں دلاتے؟ وہ خود صدر مملکت ہیں اور ان کی پارٹی کی حکومت مرکز میں برسر اقتدار ہے۔ تمام انٹیلی جینس ایجنسیاں، پولیس اور فوج کے ادارے ان کے ماتحت ہیں۔ وہ ان سے کام کیوں نہیں لیتے؟ اور طویل انتظار کے چکر میں کیوں ہیں؟ کیا وہ "قاتل حکومت" سے بھی زیادہ "طاقتور" ہیں؟ اس کے علاوہ بے نظیر کے قتل سے انہیں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔

☆☆☆

افغانستان میں متوازی وزارت کے قیام کا امریکی منصوبہ

خبر آئی ہے کہ امریکہ بہادر اپنے علاقائی مفادات کے تحفظ کے لئے افغانستان میں ایک متوازی وزارت قائم کر رہا ہے، جو "وزارت برائے سرحد و قبائل" کہلائے گی۔ اس کا مقصد سرحد کے دونوں اطراف میں اپنے مشکوک آپریشنز کو تقویت دینا ہے۔ کابل میں مقیم ایک افسر نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر انکشاف کیا ہے کہ افغانستان میں متوازی وزارت کے قیام کا منصوبہ بالکل تیار ہے۔ متذکرہ وزارت کے سٹاف کو انٹیلی جنس آپریشنز کی تربیت دی جائے گی۔

اس سے قبل امریکہ نے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ایفپاک (Af-Pak) کی اصطلاح وضع کر رکھی ہے جس کا مطلب افغانستان اور پاکستان ہے گویا اس خطے میں افغانستان کو پاکستان کے مقابلے میں زیادہ اہمیت حاصل ہے اور پاکستان کی دوسری پوزیشن ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ افغانستان اور پاکستان الگ الگ ممالک نہیں بلکہ ایک ہی ملک ہیں یا ایک ہی خطہ ہیں یہ سازش کس قدر گھناؤنی ہے۔

افغانستان اور پاکستان کے درمیان سرحد کو "ڈیورنڈ لائن" کہا جاتا ہے جو انگریزوں نے افغانستان کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت قائم کی تھی۔ مزید براں سرحد پر آباد قبائلی علاقہ میں مقیم قبائلیوں کو ایک خاص قسم کی خود مختاری دی گئی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد افغانستان نے بھارت کی شہہ پر ڈیورنڈ لائن کو متنازعہ قرار دینا شروع کر دیا۔ پچھلے دنوں سابق صدر بش کے دور حکومت کی وزیر خارجہ کونڈا لیزا رائس نے بھی اسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں امریکہ کے خاص عزائم ہیں جن کو وہ بہر صورت پورا کرنا چاہتا ہے۔ ایک امریکی تھنک ٹینک نے چند سال پہلے مبینہ طور پر ایک نقشہ شائع کیا تھا جس میں افغانستان بلوچستان اور صوبہ سرحد کے پختون بولنے والے علاقوں کو "آزاد پختونستان" قرار دیا تھا۔ گویا امریکہ کے عزائم بہت خطرناک ہیں۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ دہشت گردی کے نام پر لڑی جانے والی جنگ کو ہم "اپنی جنگ" قرار دے رہے ہیں جس میں اب تک ان گنت شہری ہلاک اور تین ہزار فوجی افسر اور جوان شہید ہو چکے ہیں۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق سال گزشتہ کے وسط تک ہمیں اس جنگ کی بدولت 35 سے 45 ارب ڈالر کا نقصان پہنچ چکا ہے، جس میں ہر روز اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ امریکہ کے پریشر پر سوات اور جنوبی وزیرستان میں فوجی آپریشنز ہوئے جس میں دونوں طرف "پاکستانی مسلمان" مارے جا رہے ہیں۔ ڈرونز حملے الگ ہیں۔ ان کے ذریعے بھی بے گناہ خواتین، بچے اور بوڑھے مر رہے ہیں۔ اس قدر بھاری جانی و مالی نقصانات کے باوجود امریکہ کو ہم پر اعتماد نہیں۔ وہ "ڈو مور" کی پالیسی پر عمل پیرا ہے یہی حال بھارت کا ہے۔

افغانستان میں متوازی وزارت کی تشکیل ایک اور عدم اعتماد کے مترادف ہے۔ اگر آئندہ چل کر اس وزارت کے ذریعے پاکستان میں مداخلت کی جاتی ہے تو ملکی استحکام اور قومی سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔ پاکستان آزاد و خودمختار ملک ہے۔ اس کی خودمختاری پر آنچ نہیں آنی چاہیئے۔ ہم پہلے ہی امریکہ کی جنگ اپنے وسائل سے لڑ رہے ہیں کیونکہ امریکہ جو امداد دے رہا ہے وہ اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر ہے۔ پانچ سال میں سات ارب ڈالر دیئے جانے کا تخمینہ ہے، گویا ڈیڑھ ارب ڈالر سالانہ جبکہ گزشتہ سال تک ہمارا نقصان 35 سے 45 ارب ڈالر کا ہے۔ سوات آپریشن میں لاکھوں باشندے بے گھر ہوئے۔ آپریشن کے دوران بے شمار مکانات تباہ ہو گئے۔ انفراسٹرکچر برباد ہوا لیکن ان کی بحالی اور آبادکاری کے لئے امریکہ نے اپنے وعدے بھی پورے نہیں کیے۔

امریکہ اگر دھونس اور طاقت کے بل بوتے پر ہمارے علاقوں میں جاسوسی کرے تو اس کی اجازت نہیں دی جانی چاہیئے۔ امریکی مداخلت سے قبل ہی پاکستان کو اپنی سرحدوں پر توجہ دینا چاہیے اور انہیں ہر اعتبار سے محفوظ بنانا چاہیئے۔ یاد رہے کہ پاکستان کچھ بھی کر لے امریکہ ہم پر کبھی اعتماد نہیں کرے گا۔ ہم نے افغانستان میں روس کے خلاف جنگ لڑی۔ اپنے ہزاروں فوجی اور سویلین شہید کروائے۔ لاکھوں افغان مجاہدین اور شہری ہلاک ہوئے۔ ان گنت مکانات تباہ ہوئے جس کے نتیجہ میں امریکہ واحد عالمی سپر طاقت بن گیا، لیکن امریکہ نے جنگ ختم ہوتے ہی بے وفائی کی اور پاکستان کو یک و تنہا چھوڑ کر واپس چلا گیا اور اب حال ہی میں اس نے بھارت کے ساتھ سٹریٹجک معاہدے کر لئے ہیں اور اس کا دفاعی پارٹنر بن گیا ہے بلکہ اسے نیوکلیئر ٹیکنالوجی بھی دینا شروع کر دی ہے اور جب ہم اس کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہمیں ٹکا سا جواب ملتا ہے حالانکہ ہم ''فرنٹ لائن سٹیٹ'' ہیں اور امریکہ کے اتحادی ہیں۔

تازہ ترین خبر میں امریکہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس نے پاک افغان سرحد کی نگرانی کے لئے امریکہ کی بدنام تنظیم ''ڈائن کور'' کو متعین کر رکھا ہے جس پر اب تک 32 ملین ڈالر خرچ ہو چکے ہیں۔ امریکہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اس ضمن میں امریکہ نے پاکستان کے ساتھ ایک معاہدہ کر رکھا ہے۔ ہمارے وزیر داخلہ رحمان ملک نے پاکستان میں جہاں ''بلیک واٹر'' کی موجودگی سے کئی بار انکار کیا ہے، وہاں ڈائن کور کی موجودگی کا اعتراف کیا ہے۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو سفارت خانہ کے افراد کے روپ میں پاکستان میں دندناتے پھرتے ہیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں پولیس پکڑتی ہے تو اعلیٰ شخصیات کے فون پر انہیں رہائی مل جاتی ہے، خدشہ ہے کہ یہ لوگ بعض پاکستانیوں کو اغوا کرتے ہیں اور ٹارگٹ کلنگ بھی کرواتے ہیں۔ کوئی دور تھا کہ کسی ملک کا سفارت کار سرکاری اجازت کے بغیر اسلام آباد سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

پاکستانی حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اس لایعنی اور بے مقصد جنگ سے دست بردار ہو کر اپنی مشرقی سرحدوں کی حفاظت کریں جہاں بھارتی افواج اپنے مذموم عزائم کے ساتھ ہمہ وقت موجود ہیں۔

☆☆☆

کرپشن کے الزام میں بھارت کے نائب وزیر خارجہ فارغ

انڈین پریمیئر لیگ یعنی آئی پی ایل میں ''زن'' اور ''زر'' کے معاملہ میں بھارت کے نائب وزیر خارجہ ششی تھرور کو کابینہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔ دراصل انڈین کانگریس کی پارٹی لیڈر مسز سونیا گاندھی اور بھارت کے وزیراعظم منموہن سنگھ نے ان پر زبردست دباؤ ڈال کر استعفیٰ لے لیا ہے جبکہ ششی تھرور کی طرف سے دیا جانے والا یہ استعفیٰ بھارت کی خاتون صدر پرتیبھا پٹیل نے بڑی عجلت میں منظور بھی کر لیا ہے۔

بھارت کے سرکاری ذرائع ابلاغ نے ایوان صدر کے حوالے سے بتایا ہے کہ صدر مملکت جمہوریہ بھارت پرتیبھا پٹیل نے وزیراعظم کی سفارش کی بنا پر ششی تھرور کے استعفیٰ کی منظوری میں ذرا برابر دیر نہیں کی حالانکہ وہ اس وقت دارالحکومت دہلی میں موجود نہ تھیں اور پونا کے سرکاری دورہ پر تھیں۔ ششی تھرور کا استعفیٰ موصول ہوتے ہی فوری طور پر انہیں پونا پہنچایا گیا جہاں انہوں نے یہ استعفیٰ بغیر کسی تاخیر کے منظور کر لیا۔

نائب وزیر خارجہ ششی تھرور پر آئی پی ایل میں 70 کروڑ غبن کا الزام تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ششی تھرور نے آئی پی ایل میں سرمایہ کاری کر رکھی تھی۔ علاوہ ازیں دوسری وجہ یہ ہے کہ ششی تھرور نے اجازت کے بغیر تیسری شادی کر رکھی تھی۔ حکمران جماعت کانگریس کو ان الزامات کی وجہ سے اپوزیشن جماعتوں کی طرف سے کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ دراصل بی جے پی اور کمیونسٹ پارٹی نے ان کے استعفیٰ کا مطالبہ کر دیا تھا۔ بھارتی حکمران جماعت نے اسے اپنی بدنامی پر محمول کرتے ہوئے ششی تھرور کو کابینہ سے برطرف کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ششی تھرور نے اپنے دفاع میں وضاحتیں اور دلائل پیش کیے لیکن ڈاکٹر منموہن سنگھ نے تمام وضاحتیں مسترد کر دیں جس کے بعد انہوں نے استعفیٰ پیش کر دیا۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ ششی تھرور خاتون دوست سنند پشکر نے ستر کروڑ روپے واپس کرنے کی پیشکش کی تھی جسے حکومت نے قبول نہ کیا اور

وہ استعفیٰ دینے کے مطالبہ پر اڑی رہی۔ یاد رہے کہ ستند پشکر ایک پروفیشنل خاتون ہیں لیکن حسن و جمال کے اعتبار سے خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ نائب وزیر خارجہ ششی تھرور سے ان کی محبت اور دوستی کی کہانیاں عام مشہور تھیں۔ بعض معترضین کا خیال ہے کہ انہوں نے باہم شادی کر رکھی تھی۔ خوب صورت خاتون ستند پشکر کا کہنا ہے کہ ستر کروڑ کے الزام سے انہیں شدید دکھ اور رنج پہنچا ہے اور کچھ غلطیوں نے اس کی ساکھ کو محض اس لئے نقصان پہنچایا ہے کہ وہ ایک عورت ہے۔

بہرحال اس واقعہ کا اگر پاکستان کے ستر وفاقی وزراء کے رویہ سے مقابلہ کیا جائے تو شدید حیرانی ہوتی ہے۔ پاکستان کی بھاری بھرکم کابینہ میں ماشاء اللہ ایسے وزراء بھی موجود ہیں جن پر کرپشن تو کیا قتل کے الزامات بھی موجود ہیں لیکن وہ دن دیہاڑے "دندناتے" پھرتے ہیں اور انہیں این آر او کے بحال ہو جانے کے باوجود پکڑے جانے کا کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ یاد رہے کہ این آر او نیشنل ری کنسلی ایشن آرڈی ننس (قومی مفاہمتی آرڈی ننس) ہے۔ سابق صدر جنرل (ر) مشرف اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے درمیان اس بارے میں ایک معاہدہ طے پایا تھا اور اس کے تحت نصرت بھٹو، بے نظیر بھٹو، آصف زرداری اور ان کے تمام ساتھیوں کے خلاف تمام سنگین مقدمات بیک جنبش قلم ختم کر دیے گئے تھے۔ اس حکم کے تحت معافی پانے والوں کی تعداد سات ہزار افراد سے بھی زائد ہے۔ یہ لوگ چشم زدن میں "گنگا جمنا" کے پانی سے نہا کر پاک وصاف اور پوتر ہو گئے، جب کہ ان میں سے اکثر و بیشتر کے خلاف اربوں اور کروڑوں روپے کے مقدمات درج تھے۔ سپریم کورٹ نے حال ہی میں این آر او کو بحال کر کے تمام مجرموں کی سزائیں بھی بحال کر دی تھیں لیکن حکومت ہے کہ لیت ولعل سے کام لے رہی ہے اور ملزموں کو بجائے گرفتار کرنے اور سزا دینے کے انہیں حیلوں بہانوں سے رہا کر رہی ہے اور اس طرح عدلیہ کا "مذاق" اڑایا جا رہا ہے۔

☆☆☆

بجلی کی لوڈشیڈنگ اور راجہ پرویز اشرف

پاکستان بھر میں بجلی کی لوڈشیڈنگ کے خلاف مظاہرے جاری ہیں، ہڑتالیں ہو رہی ہیں، سڑکیں بلاک ہیں لیکن وفاقی وزیر پانی و بجلی کے سر پر جوں تک نہیں رینگ رہی، وطن عزیز کا ہر شہری پریشان ہے۔ تاجر پیشہ لوگ، صنعت کار، بے حال اور ان سے وابستہ لاکھوں مزدور بیکار اور بے روزگار ہیں۔ تمام کارخانے بند ہیں، کیونکہ نہ بجلی دستیاب ہے اور نہ گیس ہی ملتی ہے۔

دراصل بجلی کی کمی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اصل پریشانی کا سبب بجلی کی لوڈشیڈنگ کی غیر منصفانہ تقسیم بھی ہے، راجہ پرویز اشرف کے اپنے شہر گوجر خان میں صرف دو گھنٹے لوڈشیڈنگ کی جاتی ہے۔ اسی طرح اسلام آباد میں چار گھنٹے اور وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کے شہر میں بھی صرف چار گھنٹے لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ پنجاب کے حصے کی ایک ہزار میگاواٹ بجلی کراچی کو دی جا رہی ہے جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ پنجاب کے تمام شہر اور قصبے بارہ سے سولہ گھنٹے اور دیہات اٹھارہ بیس گھنٹے تک لوڈشیڈنگ کا شکار ہیں۔ صنعتی علاقے اکثر و بیشتر بجلی سے محروم ہیں۔ پنجاب کے تمام گلی، کوچوں اور بازاروں میں لوگ حکمرانوں کا ماتم کر رہے ہیں، ٹائروں کو آگ لگا کر احتجاج کیا جا رہا ہے، مارکیٹوں اور فیکٹریوں کو تالے لگ چکے ہیں، لاکھوں افراد بے روزگار ہو گئے ہیں لیکن حکومت ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی، اسے کوئی پرواہ ہی نہیں۔

فیڈرل وزیر راجہ پرویز اشرف کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ ایشیائی ترقیاتی بنک کی چشم کشا رپورٹ کے باوجود کمیشن اور کک بیکس کے لالچ میں رینٹل پاور ہاؤسز کی تنصیب کے گن گائے جا رہے ہیں جن کی تنصیب سے بجلی بائیس سے چوبیس سینٹ مہنگی ہو جائے گی۔

ایران صرف 6 سینٹ پر دو ہزار میگاواٹ بھی فراہم کرنے کو تیار ہے بلکہ انفراسٹرکچر کے قیام کے لئے مالی امداد بھی دینے پر راضی ہے۔ ایران پاکستان کی سرحد تک ٹرانسمیشن لائن بچھا چکا ہے۔ لیکن غالباً امریکہ بہادر کے خوف سے پاکستان معاہدہ ہو جانے کے باوجود ایران سے بجلی لینے کو تیار نہیں۔ چین اور ترکی بھی پیش کش کر چکے ہیں شاید ان ملکوں سے بھاری کمیشن ملنے کی توقع نہیں۔

بجلی کے ماہر انجینئرز کا کہنا ہے کہ ایک رینٹل پاور اسٹیشن کی قیمت کے نصف سرمایہ کے خرچ سے پاکستان کے تمام تھرمل پاور اسٹیشنز نہ صرف مرمت کئے جا سکتے ہیں بلکہ جن آئی پی پیز کے جو بقایا جات واجب الادا ہیں، وہ بھی ادا کئے جا سکتے ہیں۔

واپڈا کے سابق ممبر پاور سید تنظیم حسین نقوی بار بار اعلانات کر رہے ہیں کہ "لوڈشیڈنگ محض ڈرامہ ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اس سارے سسٹم کو دو تین ماہ میں درست کر سکتے ہیں۔ اگر حکومت مخلص ہے تو آخر انہیں کیوں موقع فراہم نہیں کیا جاتا؟

ماہر انجینئر اور سابق چیئرمین واپڈا شمس الملک نے کئی بار واضح اعلان کیا ہے کہ کالا باغ ڈیم تعمیر نہ کرنا ملک دشمنی کے مترادف ہے، اس

لئے حکومت کو چاہیئے کہ وہ کالا باغ ڈیم تعمیر کرے اس کے انفرا اسٹرکچر پر اب تک دو ارب خرچ کئے جا چکے ہیں۔ قوم وملک یہ ضیاع برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے اب اسے تعمیر ہی کرنا ہو گا۔ حال ہی میں وزیر دفاع نے انکشاف کیا ہے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں بعض غیر ملکی طاقتیں ملوث ہیں۔

وفاقی وزیر پانی بجلی راجہ پرویز اشرف حالیہ" کرغزستانی کے انقلاب" سے عبرت سیکھیں۔ عوام جب میدان میں نکل آتے ہیں تو پولیس ان کے سامنے ٹھہر سکتی ہے اور نہ فوج، انقلاب ایران نے بھی یہ ثابت کر دیا تھا کہ عوامی قوت کے سیل رواں کے سامنے کوئی بھی ٹھہر نہیں سکتا۔ بقول علامہ اقبال علیہ الرحمۃ ہے۔

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

☆☆☆

عیسائی چرچ ۔۔۔ گناہوں کے اڈے

آپ یہ سن کر حیران و پریشان ہوں گے کہ مغربی ممالک میں عیسائیوں کے چرچ گناہوں کے اڈے بن چکے ہیں۔ کئی عشروں سے امریکہ، یورپ، آئرلینڈ اور برازیل سمیت تمام مغربی ممالک میں دنیائے عیسائیت کے پادریوں اور روحانی پیشواؤں نے کمسن بچوں اور معصوم لڑکیوں سے وسیع پیمانے پر جنسی زیادتی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں کی عبادت گاہیں یعنی تمام چرچ اور کلیسا گناہوں کے مراکز اور اڈوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ لوگوں کو پاکیزہ زندگی گزارنے کا درس دینے والے" پادری" خود بے راہ روی اور جنسی خرابی، بے اعتدالی اور بے حیائی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ویٹی کن جو دنیائے عیسائیت کے تمام گرجاؤں کا بہت بڑا مرکز شمار کیا جاتا ہے، وہ ان بد کردار مذہبی پیشواؤں کے خلاف کسی قسم کی تادیبی کارروائی کرنے پر تیار نہیں۔

امریکی جریدے نیویارک ٹائمز نے اپنی تازہ ترین تحقیقاتی رپورٹ میں لکھا ہے، چند جرات مند عیسائی خواتین نے جب ان جنسی زیادتیوں کے خلاف پاپائے روم سے احتجاج کیا تو انہیں نہ صرف ڈرایا دھمکایا گیا بلکہ ان کو سختی سے منع کیا گیا کہ وہ حقائق کا انکشاف کر کے مذہبی رہنماؤں کو بدنام نہ کریں۔ بوسٹن کے کارڈینل، امبرٹو میڈیروس کو ایک خاتون نے اپنے خاندان کے 6 بچوں کے ساتھ زیادتی کے بارے میں آگاہ کیا تو اس نے جواب میں لکھا:

" آپ اس بات پر یقین رکھیں کہ ہم رسماً گناہ قبول نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ بس ہم بخوبی تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں گناہگاروں سے پیار اور محبت کرنا چاہیئے۔"

عیسائی پیشواؤں کی طرف سے" میری" نامی ایک اور خاتون کو بھی اسی قسم کا جواب دیا گیا۔ رپورٹ کے مطابق گزشتہ 40 برس سے آئرلینڈ میں کارڈینل سین براڈی نے 15۔ ہزار سے زیادہ بچوں کے ساتھ زیادتی کی لیکن اس کارڈینل کی معزولی کے لئے پیش کی گئی تمام درخواستوں کو بڑے پادریوں نے یکسر مسترد کر دیا۔ نیویارک ٹائمز کی شائع شدہ اس سٹوری کے بعد جب ویٹی کن کے موجودہ پاپائے اعظم بینڈی کٹ جو اس وقت کارڈینل جوزف ریٹ زنگر کہلاتے تھے، 200۔ بہرے بچوں سے زیادتی کرنے والے ایک پادری کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ذرائع ابلاغ پر برس پڑے اور کہا کہ" مذہب کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ مذہبی مبلغین اور مقتدر عقیدہ لوگوں پر الزامات لگا کر معاشرے میں خوف و ہراس پھیلایا جائے۔"

اس کے علاوہ ویٹی کن سے متعلق لوگ پوپ کو اس حوالے سے مطعون کرنے پر پریس کے سخت خلاف ہیں۔ وہ سارا الزام میڈیا پر دھر دیتے ہیں اور اپنے پیشواؤں کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ" ان لوگوں سے بھی پیار کرو۔"

اس سلسلہ میں تحقیقات اور ریسرچ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے آزاد خیال معاشرے میں بے راہ روی کی شرح بے انتہا ہے اور چرچ میں ہونے والی بے راہ روی اور جنسی آلودگی بھی اسی تناسب سے بہت زیادہ ہے۔

تازہ ترین خبر یہ ہے کہ ویٹی کن کے پوپ اعظم بینڈی کٹ نے 50 کارڈینلوں کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اس امر کا اعتراف کیا کہ" وہ زخمی اور گناہ گار چرچ کی سربراہی کر رہے ہیں۔" انہوں نے کہا کہ" میں نے اپنے 5 سالہ دور میں چرچ کو گناہوں کے اڈوں کے طور پر پایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پادریوں کے خلاف بہت سے سکینڈلز سامنے آتے ہیں۔"

انہوں نے یہ بات ایک کارڈی نل کے خلاف سامنے آنے والے جنسی سکینڈل کے بارے میں فیصلہ کرنے والے 50 کارڈی نلز کے اجلاس میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ "وہ جانتے ہیں کہ ایسے سکینڈلز کے دائرے میں صرف یہی کارڈینل نہیں آتا بلکہ تمام کارڈینلز اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ محض ایک کارڈینل کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ کارڈینلز کے کالج کی عزت کا سوال ہے۔ اس سے ایک نہیں تمام کارڈینلز کی عزت پر حرف آیا ہے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے ہمیں اقدامات کرنا ہوں گے۔"

پچھلے دنوں بی بی سی اور دنیا کے دوسرے نیوز نیٹ ورکس پر جرمنی کے پادریوں کی دریدہ دہنی اور راہباؤں کو بے آبرو کرنے کی تفصیلات منظر عام پر آئی ہیں۔ کچھ سال پہلے روم کے سب سے بڑے کلیسا کے تہہ خانوں سے نومولود بچوں اور بچیوں کی ہزاروں کھوپڑیاں اور ڈھانچے ملے جو عیسائی مت کے اسی سب سے بڑے کلیسا میں مصروف تبلیغ، ہزاروں راہباؤں (Nuns) اور مقدس پادریوں کی ان جنسی کرتوتوں کی پردہ دری کر گئیں جن پر جانے کتنے برسوں سے پردہ پڑا ہوا ہے۔

یہ ہے تہذیب و تمدن کے علمبردار اہل مغرب کے مذہبی رہنماؤں اور روحانی پیشواؤں کے گھناؤنے جنسی جرائم کی ایک ہلکی سی تصویر۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عام معاشرے میں بگاڑ کس قدر ہوگا اور اس کی شرح کیا ہوگی؟ ستم ظریفی یہ ہے کہ روحانی پیشوا برائی کو برائی کہنے پر تیار نہیں بلکہ احتجاج کرنے والوں کو الٹا مطعون کرتے ہیں اور ڈراتے دھمکاتے ہیں۔ کسی نے کہا تھا:

چون کفر از کعبہ "برخیزد" کجا ماند مسلمانی

اس مصرعہ کو بہ تغیر ادنیٰ اس طرح کہا جا سکتا ہے:

چوں کفر از "گرجا" برخیزد کجا ماند عیسائیت

☆☆☆

یورپ میں آتش فشاں کی راکھ سے بحران

گزشتہ دنوں آئس لینڈ کے آتش فشاں پھٹنے اور اس سے اٹھنے والے گرد و غبار کے بادلوں کے باعث نصف دنیا کے ہوائی سفر معطل ہو کر رہ گئے۔ یورپ کے علاوہ ایشیا سے آنے والی پروازیں بھی متاثر ہوئیں۔ لاکھوں کی تعداد میں مسافر ہوائی اڈوں میں پھنس گئے۔ مسافروں کو ہوٹلوں میں ٹھہرائے جانے کے باعث فضائی کمپنیوں کو شدید مالی خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ کمپنیوں نے یوروپ جانے والے مسافروں کی بکنگ ہی بند کر دی۔ اندازہ ہے کہ فضائی کمپنیوں کو 80 کروڑ ڈالر سے زیادہ کا نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

پاکستان، بھارت اور متحدہ امارات کی قومی فضائی کمپنیوں نے بھی یوروپ اور شمالی امریکہ کے لئے پروازوں کا سلسلہ بند کر دیا۔

کینیڈا کے وزیر اعظم نے روس کا دورہ منسوخ کر دیا۔ یوروپ میں آتش فشاں کے دھوئیں کے باعث ایران میں منعقد ہونے والی تخفیف اسلحہ کانفرنس بھی متاثر ہوئی۔ متعدد ممالک کے وزرائے خارجہ تہران نہ پہنچ سکے۔ امریکی صدر اوباما نے پولینڈ کا دورہ منسوخ کر دیا۔ اس طرح 48 ممالک کے رہنما پولینڈ کے صدر کی آخری رسومات میں شرکت نہ کر سکے۔

اے ایف پی کے مطابق یوروپ کو فضائی بحران کے باعث اربوں یورو کے نقصان کا سامنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گرد و غبار میں شیشے اور ریت کے ذرات شامل ہیں جو جہازوں کی مشینری کو جام کر سکتے تھے۔

پولینڈ کے صدر کی آخری رسومات میں شامل ہونے کے لئے جانے والے امریکی و فرانسیسی صدور کے علاوہ پاکستان کے وزیر دفاع احمد مختار بھی شامل ہیں۔ مزید براں وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی نے فرانس، بیلجیم اور سپین کا دورہ بھی منسوخ کر دیا ہے۔

حیران کن امر ہے کہ عہد حاضر میں سائنس بے پناہ ترقی کر چکی ہے اور حضرت انسان چاند کیا، مریخ تک کے دورے کر رہا ہے اور آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے لیکن وہ اس قدر بے بس اور مجبور محض ہے کہ ایک آتش فشاں کے گرد و غبار اور ذرات نے نصف سے زائد دنیا کی پروازوں کو منسوخ کرا دیا ہے اور لاکھوں مسافر بے بسی کی حالت میں ائر پورٹس پر پریشان حال پڑے رہے۔ سائنس کی محیر العقول تمام ایجادات اور ترقی دھری کی دھری رہ گئی ہے۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ اپنے محیر العقول کرشموں سے حضرت انسان کو یاد دلاتا اور باور کراتا رہتا ہے کہ اس کی قدرت و عظمت کے سامنے انسان کچھ بھی نہیں، وہ ایک ذرہ محض ہے، اس لئے اسے چاہیے کہ وہ اپنے رب اور خالق کو ہر لمحہ یاد رکھے جو کسی وقت بھی، کچھ بھی کر سکتا ہے اور اس کی حرکات و سکنات کو مفلوج کر سکتا ہے، لیکن انسان ہے کہ فرعون بنا ہوا ہے اور خدائی زمین پر قتل و غارت اور ظلم و جور کئے جا رہا ہے اور فساد

عن ابی هریرہ ﷺ قال کنا قعودا حول رسول اللہ معنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما فی نفر فقام رسول اللہ ﷺ من بین اظہرنا فابطأ علینا و خشینا ان یقطع دوننا و فزعنا وقمنا فکنت اول من فزع فخرجت ابتغی رسول اللہ ﷺ حتی اتیت حائطا للانصار لبنی النجار فدرت به هل اجد له بابا؟ فلم اجد فاذا ربیع یدخل فی جوف حائط من بیر خارجه والربیع الجدول فاحتفزت فدخلت علی رسول اللہ ﷺ فقال ابو ہریرہ ﷺ فقلت نعم یارسول اللہ ﷺ قال ما شانک قلت کنت بین اظہرنا فقمت فابطأت علینا فخشینا ان تقطع دوننا ففزعنا فکنت اول من فزع فاتیت هذا الحائط فاحتفزت کما یحتفز الثعلب وهولاء الناس ورآءی فقال یا ابا ہریرہ واعطانی نعلیه قال اذهب بنعلیَّ هاتین فمن لقیت من وراء هذاالحائط یشهد ان لااله الا اللہ مستیقنا بها قلبه فبشره بالجنة فکان اول من لقیت عمر فقال ماهاتان النعلان یا ابا ہریرہ قلت ها تین نعلا رسول اللہ ﷺ بعثنی بهما من لقیت یشهد ان لااله الا اللہ مستیقنا بها قلبه بشرته بالجنة قال فضرب عمر بیده بین ثدیی ضربة فخررت لاستی فقال ارجع یا ابا ہریرة فرجعت الی رسول اللہ ﷺ فاجهشت بکاء ورکبنی عمر فاذا هو علی اثری فقال رسول اللہ ﷺ مالک یا ابا ہریرة قلت لقیت عمر فاخبرته بالذی بعثتنی به فضرب بین ثدیی ضربة خررت لاستی قال ارجع قال رسول اللہ ﷺ یا عمر ما حملک علی ما فعلت قال یارسول اللہ بابی انت و امی ابعثت اباہریرة بنعلیک من لقی یشهد ان لااله الا اللہ مستیقنا بها قلبه بشره بالجنة قال نعم قال فلا تفعل فانی اخشی ان یتکل الناس علیها فخلهم یعملون فقال رسول اللہ ﷺ فخلهم. (رواہ مسلم، مشکوۃ شریف، حدیث نمبر۳۹، صفحہ۱۹)

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ دفعۃً رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور واپسی میں کچھ تاخیر فرمائی۔ ہم ڈر گئے کہ آپ ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ پس ہم گھبراہٹ میں کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے پریشان ہونے والا میں تھا سو میں حضور ﷺ کی تلاش میں نکل پڑا، یہاں تک کہ بنی نجار کے ایک باغ میں جا پہنچا۔ سو میں گھوما کہ کوئی دروازہ مجھے مل جائے لیکن مجھے کوئی دروازہ نہ ملا، ہاں ایک چھوٹی سی نالی دیکھی جو باغ میں سے باہر نکلتی تھی تو میں سکڑ کر اس نالی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا "ابوہریرہ"

میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ

"فرمایا"

"تم کیسے"؟

عرض کی:

آپ ہمارے درمیان تھے پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے، واپسی میں تاخیر فرمائی، ہم گھبرائے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے پس ہم گھبراہٹ میں اٹھے اور سب سے پہلے میں ہی پریشان ہونے والا تھا پس میں اس دیوار کے پاس آیا اور لومڑی کی طرح سکڑ کر اندر داخل ہو گیا باقی لوگ میرے پیچھے ہی ہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اباہریرہ"

ساتھ ہی مجھے اپنے نعلین عطا فرما دیئے

پھر۔۔۔

فرمایا

یہ میرے نعلین لے کر جاؤ اور اس دیوار کے باہر جو بھی تجھے سچے دل سے "لا الہ الا اللہ" کہتا ہوا ملے اسے جنت کی بشارت دے دو۔

پھر ایسا ہوا

کہ سب سے پہلے مجھے حضرت عمر ﷺ ملے

اور فرمایا

ابوہریرہ! "یہ نعلین کیسے ہیں؟"

میں نے کہا:

"یہ نعلین حضور ﷺ کے ہیں اور مجھے دے کر آپ نے بھیجا ہے کہ میں جس سے بھی ملوں اس حال میں کہ وہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میں اسے جنت کی بشارت دے دوں"۔

"حضرت عمر نے میرے سینے پر زور سے ایک ہاتھ مارا جس سے میں پیٹھ کے بل گر گیا۔"

اور فرمایا:

واپس چلے جاؤ

میں واپس حضور ﷺ کے پاس لوٹ کر گیا اور روتے ہوئے عرض کی جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پیچھے ہی تھے اور میں دہشت زدہ روئے جا رہا تھا۔

حضور ﷺ نے پوچھا؟

ابوہریرہ!

تجھے کیا ہوا؟

عرض کی:

مجھے حضرت عمر ملے اور میں نے انہیں خبر دی

جو آپ نے ارشاد فرمائی تھی

اس پر عمر نے میرے سینے پر مارا جس سے میں چت گر گیا اور مجھے واپس کر دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا

عمر!

تمہیں ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟

عمر عرض کرنے لگے:

یارسول اللہ ﷺ!

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں

"کیا آپ نے ابوہریرہ کو نعلین عطا فرما کر بھیجا تھا کہ جو بھی دل کے یقین کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہوئے ملے اسے جنت کی بشارت دے دو"۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں"

عمر عرض کرنے لگے:

یارسول اللہ ﷺ!

پھر تو لوگ توکل کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائیں گے اور عمل چھوڑ دیں گے، سو رہنے دیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اچھا پھر رہنے دیں"

اس حدیث شریف کی تشریح میں ہم چھبیس فوائد عرض کریں گے۔

پہلا فائدہ:

حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی عمیر تھا۔ خاندانی نام اگرچہ عبدالشمس تھا۔ عمیر نام حضور ﷺ نے رکھا تھا۔ دوس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن ہی میں ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ حضرت طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے بنی دوس میں اسلام پھیلا۔ وہ لوگ جو حضرت کے ساتھ خیبر میں حضور ﷺ کے پاس پہنچے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان میں شامل تھے۔ حضور ﷺ کی دعا سے آپ کی ماں مسلمان ہو گئیں۔ اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بحرین کے عامل رہے۔

حدیث شریف کے سب سے بڑے حافظ حضرت ابو ہریرہ ﷺ ہی تھے۔ حضور ﷺ نے حافظے کی دولت ان کی چادر میں ایسی ڈالی کہ پھر کوئی بات جو حضور ﷺ کی سیرت سے متعلق ہوآپ کو بھولتی نہیں تھی۔ آپ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو ستر کے قریب ہے۔ حضرت عربی کے علاوہ فارسی زبان بھی خوب جانتے تھے۔ خلوت جلوت میں آپ حضور ﷺ کے ساتھ رہتے۔ آپ حضرت حسن ﷺ کو دیکھتے تو آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔ آل اطہار کے ساتھ خصوصی لگاؤ رکھتے تھے۔ ماں کی خدمت کی وجہ سے ساری زندگی حج نہیں کیا۔ فقر اور غنا دونوں حالتوں میں دست فیاضی کو سکڑنے نہ دیتے۔ آپ کے دسترخوان پر مہمانوں کا ہجوم رہتا۔ طبیعت میں انتہا درجہ زیادہ سادگی تھی۔ دراز گوش پر ہمیشہ معمولی نمدہ ڈال کر سواری کرتے۔ ایک مرتبہ کتان کے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور ایک سے ناک صاف کی اور فرمانے لگے:

ابو ہریرہ!

آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو حالانکہ کل منبر نبوی اور حجرہ عائشہ کے درمیان غش کھا کر گرتے تھے اور گزرنے والے تمہاری گردن پر پاؤں رکھ کر کہتے تھے کہ ابو ہریرہ کو جنون ہو گیا حالانکہ تمہاری یہ حالت صرف اور صرف بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی۔

دوسرا فائدہ:

حضور ﷺ سے آپ کے اصحاب جنوں کی حد تک محبت کرتے تھے۔ آپ کے جمال بے عدیل سے ہر وقت وہ نور کے جلوؤں کا اکتساب کرتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ لحہ بھر کے لئے بھی ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوتے تو وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے، دیکھتے نہیں اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے اور تاخیر ہو جانے پر آپ کے صحابہ میں کس قدر تشویش ہوئی اور وہ سب بے تابانہ حضور اکرم ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ کا عالم اضطراب یہ تھا تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی کیفیت کیا ہوگی۔

تیسرا فائدہ:

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اسلام سے اپنی والہانہ وابستگی اور حضور انور ﷺ کے جمال بے مثل پر فدا ہو جانے کے جذبے اور خداداد فہم و فراست کی بنا پر آل واصحاب کی آنکھ کے تارے بن چکے تھے۔ دور رسالت اور سیرت طیبہ کی کوئی بھی روایت ہو تو اس میں شیخین کا تذکرہ کیا جاتا اور ان کی تائید، توثیق اور حمایت تسکین اور جمعیت ذہن وقلب کا ذریعہ سمجھی جاتی۔ زیر نظر حدیث میں بھی حضرات شیخین کا تذکرہ ایک خاص حسن اور حکمت کی روشنی بانٹتا نظر آتا ہے۔

چوتھا فائدہ:

حدیث شریف کا مرکزی مضمون اور معنوی عمود "کلمہ طیبہ" پر دل و جان سے اعتقاد و ایمان پیدا کرنا ہے۔ درس توحید کا نور قلب کی گہرائیوں میں راسخ کرنا ہے۔ اسلام کی راہوں میں خلوص اور اخلاص کی مشعل لے کر نکلنا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس کرنا ہے کہ جیسے جسم روح کے بغیر کچھ نہیں ہوتا ایسے ہی مذہب عقیدہ کے بغیر بے جان مردہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ اسلام میں معاشرتی تعلیمات، معاشی اسباق، آئینی دفعات، اخلاقی عظمتیں اور روحانی سوغاتیں بہت کچھ ہے لیکن ان سب کی بنیاد لا الہ الا اللہ ہے اور اس کلمہ کے معنیٰ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، کا رنگ زندگی کے ہر شعبہ میں لانا ہے۔

پانچواں فائدہ:

حدیث کے تعمق میں اعمال کی نفسیاتی اور روحانی بنیادیں بتا دی گئی ہیں۔ مذہب کی مشق اس وقت تک عبث رہتی ہے جب تک اعمال کے عقب میں لوگوں کے اندر قوت ارادی نہ پیدا کی جائے اور قوت ارادی پیدا کرنے کی آماجگاہ دل ہے اور دل چار چیزیں ضرور پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، اگر دل کی نسبت ایمان کے بنیادی مراتع کے ساتھ مضبوط ہو۔ پہلی چیز ارادہ، دوسری چیز اپنے ہدف تک رسائی کے فوائد پر یقین، تیسری چیز یکسوئی اور چوتھی چیز صفا اور محبت۔ زیر نظر حدیث میں رحمۃ اللعالمین آقا نے مسلمانوں کو نفسیاتی اور روحانی لحاظ سے مضبوط فرما دیا ہے۔

چھٹا فائدہ:

راہ طلب میں طالبین اور سالکین کو پیش آنے والی کیفیات مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ بظاہر دو آدمی ایک ہی کام کر رہے ہوتے ہیں لیکن ہر ایک کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔ سوچ کے زاویوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ جان رحمت ﷺ کے ساتھ تعلق کے مناہج مختلف ہو سکتے ہیں دیکھتے نہیں عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ مخزن ایمان سے ایمان کا رشتہ دونوں کے ہاں مضبوط اور محکم ہے لیکن حالات کا تجزیہ کرنے کی قوتیں الگ الگ ہیں۔ ادراک کیفیت کا معیار ایک ہے لیکن ان کے شئون مختلف ہیں۔ عمر میں جلال ہے ابو ہریرہ میں جمال ہے۔ عمر ﷺ میں دور تک دیکھنے کا آہنگ ہے ابو ہریرہ ﷺ جو جیسے کہہ دیا اس سے طلب نور کا جنون ہے۔ جمالیاتی اعتبار سے دونوں

صورتیں جیتی ہیں لیکن لذت کے اعتبار سے ہر ایک میں ایک نیا معنیٰ اور تازہ راحت موجود ہے۔

ساتواں فائدہ:

حدیث شریف بتاتی ہے کہ حضور ﷺ تنہا ہی ایک باغ میں تشریف لے گئے اور تجلی اور خلوت، تفکر اور تلطف حیرت کے لئے ہر ایک کو کچھ وقت کے لئے خود سے دور کر دیا۔ حضور ﷺ کی حکمتیں تو اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں لیکن حدیث میں پر تو سنت یہ ہوگا۔ افکار کے جاننے، حکمتوں کے حاصل کرنے اور محبتوں کی یکسوئی کے لئے علیحدگی از حد ضروری ہے، خصوصاً روحانی ثمرات سے آگاہی کے لئے ضروری ہے کہ کچھ وقت سب سے کٹ کر سب سے الگ ہو کر گزارا جائے کہ نور کی رم جھم برستی بارش سے اخذ نفع اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔

آٹھواں فائدہ:

یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ حضور ﷺ کی تلاش ایک باغ تک جا پہنچے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا چیز تھی جو انہیں کشاں کشاں یہاں لے آئی۔ لگتا ہے حضور ﷺ جن راہوں سے گزر جاتے وہ راہیں بھی بدن اطہر سے صادر ہونے والی خوشبوؤں کے بوتے لیتیں۔ صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین کے ادراکات انتہائی حساس تھے، خصوصاً حضور ﷺ کی ذات اطہر کے تو وہ فدائی تھے اور آپ آقا بھی وہ تھے کہ جن راہوں کو نوازتے شجر و حجر سلام کرتے اور ریگ و مدر درود پڑھتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آج بخت نے ارجمندیاں دامان ابو ہریرہ میں ڈال دیں اور وہ سب سے پہلے وہاں جا پہنچے۔

نواں فائدہ:

حدیث بتاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے باغ کے اندر جانے کے لئے راستہ تلاش کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ صرف ایک چھوٹا سا راستہ پانی کی گزرگاہ تھی، آپ فرماتے ہیں: میں لومڑی کی طرح سکڑ کر اندر چلا گیا۔ جمال بیان ادب کی عظمت سامع کے ذہن میں انڈیل دیتا ہے کہ یہاں وہ اپنے لئے استعارہ لومڑی کی طرح سکڑنا استعمال کرتے ہیں معلوم ہوا استعارہ یا تشبیہ صرف کسی ایک علاقہ اور نسبت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا انسان تو اشرف المخلوقات ہے حضرت نے اپنے آپ کو لومڑی کی طرح کیوں کہا۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضور ﷺ نے شیر کہا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کو ابو ہریرہ ؓ بلیوں کا باپ کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مسکین کو جنت کی چڑیا سے تشبیہ دی، یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ اگر کوئی اپنے آپ کو سگ رسول کہہ دے یا غوث پاک کا کتا تو تشبیہ صرف وفا کے لئے ہوگی، اللہ فہم نصیب فرمائے۔

دسواں فائدہ:

سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کسی راستہ ہی سے باغ میں داخل ہوئے تھے اگر یہ ایسے ہی ہے تو پھر حضرت ابو ہریرہ ؓ کو راستہ کیوں نہ ملا۔ جواب یہ ہوگا کہ شدت شوق انتظار کا متحمل نہیں ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کو جلدی یہ تھی کہ فوراً حضور ﷺ کے پاس پہنچیں، سو آپ جلدی میں ومڑی کی طرح سکڑے اور پانی کے راستے ہی سے باغ کے اندر داخل ہو گئے۔ اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کیا چیز آپ کو یہاں جلدی لے آئی؟ آپ نے فرمایا:

عجلت الیک رب ترضی

''میں نے جلدی تیری طرف اس لئے کی ہے کہ تو خوش ہو جائے''۔

وفد عبد القیس کے لوگ سواریوں پر مدینۃ النور کی طرف بڑھ رہے تھے، جب منزل قریب آئی تو سواریاں انہیں کمزور رفتار محسوس ہوئیں ورو وہ اپنی سواریوں سے اتر کر خود حرم نبوی کی طرف دوڑ پڑے اور حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے شروع کر دیے۔

گیارہواں فائدہ:

''نعلین'' نعل کا تثنیہ ہے۔ یہ لفظ پاؤں کو محفوظ رکھنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ائمہ لغت نے کہا نعل وہ چیز ہے جو پاؤں کو زمین سے محفوظ رکھے۔ لغت کی کتابوں میں چٹیل زمین، کمزور انسان، بیوی اور پاؤں کو مضرت سے بچانا معنیٰ نقل کیا ہے۔ عرف میں نعل سے مراد پاؤں میں پہننے والا جوڑا ہی ہوتا ہے، جوتا پہننے والے شخص کو ''رجل ناعل'' کہتے ہیں۔ جوہری نے لکھا ہے کہ نعل لفظ مونث استعمال ہوتا ہے۔

بارہواں فائدہ:

ابو ہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اذا نقطع ستسع احدکم فلیسترجع فانما من المصائب

''جو تم میں کسی ایک کا تسمہ ٹوٹ جائے وہ انا للہ پڑھے کیونکہ یہ بھی مصائب میں سے ہے''۔

''شسع'' تسمہ کو کہتے ہیں۔ شراک اس تسمے کو کہتے ہیں جو نعل کے سامنے والے حصہ پر ہو۔ درمیانی انگلی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان جو زمام ہوتی ہے اسے قبال کہتے ہیں۔

تیرہواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین مبارکین دو زمام رکھتے تھے۔ جس چمڑے سے وہ بنے ہوئے تھے وہ بے بال تھے۔ آپ گاہے گاہے نعلین میں وضو فرما لیا کرتے تھے۔ آپ کے مبارک نعلین کا رنگ زرد تھا۔ (صفر السعادہ/جمع الوسائل فتح المعال، شرح شمائل، اربعین)

چودھواں فائدہ:

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا:

''پاؤں میں ہمیشہ جوتے پہنو اور جب اتارو تو قدموں کی درمیان رکھو''۔

حضرت ابوایوب انصاری ؓ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ گدھے پر سواری فرماتے، اپنے نعل کو خود پیوند لگا لیتے، آپ اون کے کپڑے پہنتے اور فرماتے جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ مجھ میں سے نہیں''۔

پندرہواں فائدہ:

بزرگوں کے نعلین اٹھانا ہمیشہ طالبین کا بہترین طریقہ رہا اور اپنے نعلین کو خود پیوند لگانا عظمتیں تلاش کرنے کی راہ سمجھا جاتا رہا۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت عمر ؓ سے ملے اور فرمایا:

اے امیر المومنین!

اگر آپ کو یہ بات خوش لگے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ ملاقات ہو تو جوتا خود گانٹھو، امیدیں کم کر لو اور سیر ہو کر نہ کھاؤ۔

آپ نے فرمایا:

علی! کچھ اور بھی زادِ راہ عطا کرو۔

سولہواں فائدہ:

ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے یا دونوں پہنے یا دونوں اتار دے''۔ ایک وجہ یہ ہے کہ وقار شخصی کے خلاف ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ دیکھ کر مذاق کریں گے اور وہ گناہ گار ہوں گے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جسم کا توازن خراب ہو گا جو امراض کا باعث بن سکتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ایک جوتا پہن کر چلے ہیں، لیکن دونوں روایات میں تطبیق یہ ہو گی چلنا آپ کا خاصہ ہے اور ممانعت امہ کے لئے راہ عمل ہے۔

سترہواں فائدہ:

جوتا پہننے کے آداب یہ ہیں کہ جب جوتا پہنا جائے تو دائیں پاؤں سے شروع کیا جائے اور اتارتے ہوئے بائیں پاؤں سے ابتدا کی جائے۔ (ترمذی شریف)

اٹھارہواں فائدہ:

زرد رنگ کا جوتا پہننے کی فضیلت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا وہ ہمیشہ خوشیاں دیکھے گا۔

یحییٰ ابن کثیر فرماتے:

کالے رنگ کا جوتا پہننے سے باز آؤ اس لئے کہ اس سے غم بڑھتا ہے۔

انیسواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین کریمین کے تین نام تھے۔ معقبہ، مخصرہ اور ملسنہ، معقبہ جس کی ایڑی چوڑی تھی اور مخصرہ جس کی کمر یعنی درمیانہ حصہ پتلا تھا اور ملسنہ یعنی زبان کی طرح جوڑے کا ہونا آگے پتلا اور نرم ہونا۔

بیسواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین اٹھانے والے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ تھے اسی لئے آپ کو ''صاحب النعلین'' کہا جاتا تھا۔

حضرت قاسم سے روایت ہے کہ

جب حضور ﷺ بیٹھتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود کھڑے ہو جاتے اور آپ کے جوڑے پاؤں سے اتارتے اور اپنی آستینوں میں ادب سے رکھ لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو حضرت عبداللہ ؓ آپ کو نعلین پہناتے اور عصا پکڑ کر آپ کے ساتھ چلتے یہاں تک کہ آپ گھر تشریف لے جاتے۔

اکیسواں فائدہ:

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی کار خیر کی طرف بڑھو تو ننگے پاؤں چل پڑو کیونکہ اس طرح چلنے والوں کو اللہ جوتے پہن کر چلنے والوں سے دوگنا اجر عطا فرماتا ہے۔ (تاریخ بغداد)

بائیسواں فائدہ:

حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کو اپنے نعلین کس حکمت کے تحت عطا فرمائے۔ محدثین نے جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ جنت کے واجب ہونے کی خوشخبری بہت بڑی تھی اس لئے نشانی دی تا کہ بات پختہ ہو جائے۔

۲۔ جنت کے لئے لا الہ الا اللہ پڑھنا ہی کافی نہیں حضور ﷺ کی نعلین کی غلامی بھی ضروری ہے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی دلجمعی کے لئے کہ وہ بہت بڑا پیغام لے کر جا رہے تھے اس لئے تسکین دل کے لئے اپنے نعلین عطا فرما دیئے۔

۴۔ روحانیت کی منزلیں طے کرنے کے لئے وسیلہ مرشد از حد ضروری ہے۔

۵۔ جس کو مرشد مانیں اس کے جوتے اٹھانا بھی ضروری ہے۔ خدمت کے بغیر کوئی جوہر ہاتھ لگتا نہیں۔

۶۔ خود مقام حیرت میں تھے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کو ویسے ہی پاس سے اٹھا دیتے تو شاید ان کا دل ٹوٹتا۔ آپ نے نعلین دیئے تا کہ کیفیت ان کے قلب و روح میں تسکین بانٹتی رہے۔

۷۔ مالک ہیں جو مرضی میں آئے حکم دیں غلاموں کا کام اطاعت ہے۔

تئیسواں فائدہ:

حضرت نے ابو ہریرہ ؓ کو واپس کر دیا کہ لوگوں میں عمل کی تحریک جاری رہے۔ نظام العمل کا قائم رہنا ہی قوموں کے لئے جان ہے۔ سی لئے حضور ﷺ نے فیصلہ عمر ؓ کو قائم رکھا۔

چوبیسواں فائدہ:

روحانیت میں قلبی حالت مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ حضور انور ﷺ کی بھی ایک کیفیت پہلے کی تھی اور ایک حضرت عمر کے تشریف لانے کے بعد کی۔ فائدے دو حالتوں کے اپنی اپنی جگہ مسلّمہ تھے لیکن آپ ﷺ مناسب یہی جانا کہ ''خاصاں دی گل عاماں اگے نئیں مناسب کرنی''۔

پچیسواں فائدہ:

حضور ﷺ کے نعلین بطور تبرک سنبھال کے رکھنا، ان سے پیار کرنا اور ان کی توقیر اور عزت میں انتہائی اہتمام کرنا اسلاف کا بہترین عمل رہا۔ امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ عیسیٰ بن طہمان فرماتے ہیں کہ حضرت انس ؓ نے ہمیں دو بے بال نعلین دکھائے جن کے دو زمام تھے اور پھر مجھ تک یہ بات پہنچائی کہ یہ نعلین حضور اکرم ﷺ کے ہیں۔ بہترین دلیل ہیں نعلین کی عزت، کرامت اور سند پر زیر گفتگو حدیث بہترین دلیل ہے۔ نعلین تو عظیم سرمایہ ہیں اسلاف نے نقش نعلین سے بھی عشق کیا ہے۔

چھبیسواں فائدہ:

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے نعلین سے متعلق ایک خوبصورت بات لکھی ہے:

''اہل معرفت کا کہنا ہے کہ صانع کے وجود پر دو مقدمات سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ تمام عالم حادث ہے اور ہر حادث کے لئے موثر صانع ہونا لازمی ہے۔

یہ مقدمات عقل کے مقصود تک رسائی کے لئے نعلین کی مانند ہیں۔ جب اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے تو پھر ضروری ہے کہ ان مقدمات سے صرف نظر ہو جس قدر ادھر مصروفیت ہوگی معرفت سے استغراق سے محرومی ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس میں حاضر ہوئے تو فرمایا دل کو نعلین سے فارغ کرو اب تم معرفت الٰہیہ کے سمندر میں ہو۔ انی انا ربک یہ بات ''فاخلع نعلیک'' کی تفسیر میں رازی نے لکھی ہے''۔

☆☆☆

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور ﷺ

سید ریاض حسین شاہ

والدین کی فرمانبرداری

صاحبزادہ حسنات احمد مرتضیٰ (جرمنی)

والدین کا وجود اولاد کیلئے ایک عظیم نعمت ہے۔ والدین ایک ایسی دولت ہیں جن کی دعائیں اور خوشیاں اولاد کے لئے ترقی کا باعث ہیں۔ ماں اور باپ اپنی اولاد کے لئے ہر مشکل اور تکلیف کو برداشت کرتے ہیں۔ اسلام نے انہی حکمتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔ انسان ساری زندگی بھی والدین کی خدمت پر مامور رہے پھر بھی وہ ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی وطاعت کے بعد والدین کا ذکر فرمایا ہے۔ والدین کی اطاعت کی جائے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آیا جائے۔ انکے آگے اف تک نہ کی جائے۔ ان کے ساتھ نرم لہجے کو اختیار کیا جائے۔ وہ کوئی سخت بات بھی کہیں تو پھر بھی ان کے ساتھ آہستہ انداز میں بات کی جائے۔ ان کو خوش رکھا جائے۔ ان کو ناراض وناراحت نہ کیا جائے اس لئے کہ پیغمبر اعظم وآخر نے فرمایا:

رضی اللہ فی رضی الوالدین و سخط اللہ فی سخط الوالدین

"والدین کی خوشی و رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے"۔

گویا رضائے الٰہی کے حصول کے لئے والدین کی رضا اور خوشی ضروری ہے۔ کوئی شخص والدین کو ناراض وناراحت کر کے رب کریم کو خوش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور تربیت کے لئے والدین کو وسیلہ بنایا ہے۔ ماں ایک مدت تک بچے کا بوجھ اٹھائے پھرتی ہے، حتیٰ کہ بچے کو خوراک بھی ماں کے پیٹ ہی میں ملتی ہے اور پھر جب اس کے وجود سے وہ جدا ہوتا ہے تو ایک ماں کس مرحلے سے گزرتی ہے؟ اس کیفیت اور تکلیف کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا، البتہ اس تکلیف وہ مرحلے کو اس بات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس حالت میں اگر ماں کی موت واقع ہو جائے تو اس کو شہادت کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ماں کے حق کو تین بار فرمایا۔ ملاحظہ ہو جب ایک صحابی نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ "من احق النا س بحسن صحابتی ؟قال امک قال ثم من ؟قال ثم امک قال ثم من ؟قال ثم امک قال ثم من ؟قا ل ثم ابو ک "

"یارسول اللہ ﷺ مجھ پر لوگوں میں سے سب زیادہ کس کا حق ہے؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تیری ماں کا اس نے کہا پھر کس کا؟ پھر فرمایا تیری ماں کا، اس نے پھر پوچھا فرمایا تیری ماں کا، اس نے کہا پھر؟ آپ نے فرمایا تیرے باپ کا"۔

حدیث بالا میں تین بار سوال کرنے پر ماں کا حق بیان فرمایا اور پھر چوتھی بار باپ کا حق بتلایا۔ دوسری بات جو اس حدیث میں اہمیت کے ساتھ سمجھی جا سکتی ہے وہ یہ کہ جب سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ حق کس کا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ اللہ رسول کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق والدین کا ہے کہ ان کے ساتھ نیکی اور خیر کا رویہ اختیار کیا جائے۔

والدین کی فرمانبرداری اولاد کا حق ہے اور عبادت بھی ہے۔ والدین کی نافرمانی اور گستاخی گناہ ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے جناب رسالت مآب ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

الا انبئکم با کبر الکبا ئر الاشراک باللہ و حقوق الوالدین

اس حدیث میں شرک باللہ اور والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہ کہا گیا ہے، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ اولاد کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ حقوق الوالدین کے اکبر الکبائر سے محفوظ رہیں، بلکہ معراج کے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے آگ کی شاخوں سے لٹکے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنی ماؤں اور باپوں کو برا بھلا کہتے تھے۔

آج والدین کے کاموں پر تنقید کرنے اور برا کہنے والوں کو سوچنا چاہئے، سمجھنا چاہئے کہ یہ کتنا برا کام ہے اور اس کی سزا کیا ملے گی؟ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ والدین کو گالی دینے والے کی قبر میں اتنے انگارے اترتے ہیں جس طرح بارش ہوتی ہے۔ بلاشبہ زمانے نے ترقی کی ہے، ماحول تبدیل ہوا ہے، قدامت کی جگہ جدت نے اختیار کی ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی والدین کی عزت وعظمت، مرتبہ ومقام اپنی جگہ پر مسلمہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، فلہٰذا والدین کو سادگی، جاہل ہونے کے طعنے دینے سے باز رہنا اولاد کی ذمہ داری ہے۔ اخلاقیات کا تقاضا بھی یہی ہے اور مسلمان ہونے کے ناطے اسلام کی تعلیمات کا درس بھی یہی ہے والدین سخت لہجہ بھی استعمال کریں تو ادب واحترام لازم ہے۔ اس حوالے سے قرآن کریم سورہ اسرأ کی 23 اور 24 نمبر آیات کریمہ ملاحظہ ہوں۔ "اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھے رہو اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے لئے زبان پر اف تک نہ لاؤ اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان کے لئے گفتگو میں ایسا لہجہ اپناؤ جس میں عزت ہو اور ماں باپ کے سامنے

عجز و نیاز کا بازو پست رکھو اور نرمی اور رحمت سے پیش آؤ اور دعا کرو کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحمتیں نچھاور فرما جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھے پالا"۔ (تذکرہ ترجمہ قرآن از علامہ سید ریاض حسین شاہ)

انسان کی زندگی میں مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ کبھی جوانی، شباب اور کبھی بڑھاپا، کبھی وجود توانا و تندرست اور کبھی علالت و بیماری، کبھی طاقت و قوت اور کبھی ضعف و کمزوری۔ مختلف مراحل میں کیفیات بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ طبعی حالات کی وجہ سے انسان کبھی غصہ اور تلخی کا شکار بھی ہو جاتا ہے لیکن قرآن یہ سکھاتا ہے کہ والدین وہ تقدس والا رشتہ ہے جن میں تلخی اور غصہ کا غلبہ ہو وہ ڈانٹ دیں یا سخت و درشت لہجہ اختیار کریں پھر بھی اف تک نہ کرو۔ ان کے سامنے ادب کا دامن نہیں چھوٹنا چاہئے ان کے سامنے عاجزی اختیار کرنے ہی میں بھلائی اور بہتری ہے۔

حضرت کعب الاحبار سے پوچھا گیا کہ والدین کی نافرمانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "اگر والدین کسی حوالے سے قسم کھائیں تو ان کی قسم کو پورا نہ کرنا وہ حکم دیں تو حکم عدولی کرنا، اگر اس سے کچھ مانگیں تو ان کی بارگاہ میں وہ پیش نہ کرنا اور امانت رکھیں تو پورا نہ کرنا" قرآن تو یہ بھی سکھاتا ہے کہ رب کی بارگاہ میں ان کے لئے دعا کرو، اس لئے کہ انسان پر جو والدین کے احسانات ہیں وہ انکا کسی بھی صورت حق ادا نہیں کر سکتا اس لئے ارحم الراحمین نے ارشاد فرمایا کہ تم پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں عرض کناں رہو۔

رب ارحمهما كما ربياني صغيرا

"اے مولا میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت و مہربانی سے میری پرورش و تربیت کی تھی"۔

مستدرک للحاکم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا: چار قسم کے لوگ ہیں جو اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو جنت میں داخل نہ کیا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کریں۔ شرابی، سودخور، ظلم سے یتیم کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔

جنت میں جانے کے لئے تائب ہونا ضروری ہے۔ خصوصاً والدین سے معافی مانگنا اور ان سے اپنے حقوق جو ادا نہیں کئے معاف کرانا ضروری ہے۔ وہ لوگ جو والدین پر دوستوں اور بیویوں کو ترجیح دیتے ہیں، ان کے لئے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی عذاب ہوتا ہے، بلکہ آخری وقت یعنی مرتے دم بہت سختی اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اسی ضمن میں وہ معروف واقعہ جانا جا سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں علقمہ نامی ایک نوجوان بیمار ہوا۔ علالت بڑھی حتیٰ کہ نزع کی کیفیت سے دوچار ہوا، اس کی بیوی جناب رسالت مآب کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، میرا خاوند نزع میں ہے۔ آپ ﷺ نے عمار، صہیب اور بلال کو بھیجا کہ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔ چنانچہ یہ تینوں پہنچے تلقین کے باوجود اس کی زبان پر کلمہ جاری نہ ہوا۔ حضور ﷺ کو خبر دی گئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ بتایا گیا کہ اس کی ماں زندہ ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو بلایا جائے اگر وہ نہ آ سکے تو میں خود اس کے پاس چلا جاؤں گا۔ بوڑھی ماں کو پیغام ملا۔ اس نے کہا میری جان آپ پر قربان ہو میں خود حاضر ہوتی ہوں۔ لاٹھی کا سہارا لئے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے علقمہ کے بارے پوچھا اور فرمایا کہ سچ کہنا ورنہ وحی نازل ہو جائے گی۔ اس نے عرض کیا کہ نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے، صدقہ دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس سے ناراض ہوں۔ اس لئے کہ وہ مجھ پر اپنی بیوی کو ترجیح دیتا ہے اور میری نافرمانی کرتا ہے۔ رسول کریم نے فرمایا کہ بلال لکڑیاں جمع کرو۔ علقمہ کی بوڑھی ماں نے عرض کیا کہ لکڑیاں کیوں جمع کروا رہے ہیں؟ فرمایا کہ آگ میں علقمہ کو ڈالنا ہے۔ بوڑھیا نے عرض کیا کہ میرا بیٹا ہے میں اپنے سامنے اس کو جلتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ اس کو اس کیفیت میں، میں کیسے دیکھ پاؤں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ بوڑھی ماں نے عرض کیا۔ میں علقمہ کو معاف کرتی ہوں۔ آپ نے بلال سے فرمایا کہ دیکھو اس کی زبان سے کلمہ جاری ہوا ہے؟ اگر اس نے دل سے معاف کیا ہے تو کلمہ جاری ہوگا۔ علقمہ نے کلمہ پڑھا اور جان جان آفریں کے سپرد کی، اس کی تکفین و تدفین ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا "ماں کے نافرمان پر لعنت ہوتی ہے، اس کی نمازیں روزے قبول نہیں حتیٰ کہ وہ بارگاہ رب العالمین میں توبہ کرے اور ماں سے حسن سلوک کر کے اس کو راضی کرے"۔

والدین کی ناراضگی سے توفیقات چھن جاتی ہیں بندہ خیر اور نیکی سے محروم ہو جاتا ہے۔ مندرجہ بالا واقعہ سے یہ درس ملتا ہے کہ والدین پر دوسرے رشتوں کو ترجیح نہیں دینی چاہئے۔ ہر رشتے کا اپنا ایک مقام ہے، ہر ایک کو اپنے مرتبہ و مقام پر رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور انسان کو سرخروئی نصیب ہوتی ہے۔ خصوصاً والدین کے مرتبہ و مقام کا خیال رکھنا ازحد لازم ہے۔ وہ لوگ جو والدین کو ناراض کرتے ہیں نزع کے وقت بھی کرب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آخرت کی سختیوں سے بچنے کے لئے والدین کو راضی رکھنا ضروری ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے: ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر جہاد کی اجازت طلب کی۔ رسول کریم

نے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ان کی خدمت کرو یہی تیرے لئے جہاد ہے''۔
ایک دوسری حدیث کے مطابق والدین کی خدمت کرنے والے کو حج اور عمرے کا ثواب بھی ارشاد فرمایا ہے۔
والدین کی خدمت اور اطاعت کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں نوازا جاتا ہے۔ حضرت سیدی غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی نے ماں کے حکم کے مطابق جھوٹ بولنے سے پرہیز کیا۔ سچ کو اختیار کیا تو اس کی برکت سے ڈاکو تائب ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ کتنا عظیم ہے کہ بنی ماں کا حکم بھی فراموش نہیں کرتا اور ہم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بھی پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔
اسی طرح بخاری شریف کی ایک طویل روایت میں ہے کہ تین شخص بارش وطوفان کی وجہ سے اپنے سفر کو جاری نہ رکھ سکے تو ایک غار میں پناہ لی لیکن غار کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ اس بھاری پتھر کو ہٹانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ ہر ایک نے اپنے اچھے عمل کا وسیلہ پیش کر کے رب کی بارگاہ میں التجا پیش کی۔ ان میں سے ایک نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کی کہ مولا میں نے والدین کی خدمت کی، اپنے بیوی بچوں پر والدین کی خدمت کو ترجیح دی حتیٰ کہ ایک مرتبہ میں بکریاں چرا کر دیر سے گھر آیا اور میں ہمیشہ پہلے اپنے والدین کو دودھ پیش کرتا ہوں لیکن اس رات وہ سو گئے اور میں رات بھر کھڑا رہا۔ میرے ہاتھ میں دودھ تھا اور اس نیت سے منتظر رہا کہ والدین جب بھی جاگیں گے میں ان کو پیش کروں گا۔ میرے بچے انتظار کرتے کرتے سو گئے لیکن میں رات بھر کھڑا رہا۔ مولا اس خدمت والدین کا وسیلہ دعا قبول فرما۔ والدین کی خدمت کے وسیلے سے دعا نے اپنا اثر دکھایا اور قبولیت کے بعد ان کے لئے آسانی پیدا ہوئی۔ والدین کے وسیلے سے دعا کرنا قبولیت کی علامت ہے۔ اسی طرح والدین کی محبت سے زیارت کرنا عبادت ہے۔ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:
النظر الی الوالد عبادۃ، والنظر الی الکعبۃ عبادۃ، والنظر فی المصحف عبادۃ والنظر الی اخیک حبا فی اللہ عبادۃ
اس حدیث میں والد کو دیکھنے کو عبادت فرمایا گیا ہے جبکہ ایک دوسری حدیث میں جمعہ والے دن والدین یا دونوں میں سے ایک کی زیارت کرنے والے کے لئے مغفرت کی بشارت سنائی گئی ہے اور اس کو نیکوکاروں میں لکھا جاتا ہے۔ ہمارے اکابرین والدین کی خدمت کر نے کو ترجیح دیتے رہیں ہیں اس کی واضح مثال عاشق صادق حضرت اویس قرنیؓ کی ہے۔ محبت رسول اور عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن والدہ کی خدمت میں حاضری کی وجہ سے شرف صحابیت حاصل نہ کر سکے۔ ایک بار بارگاہ رسالت میں حاضر بھی ہوئے لیکن حکم یہ تھا کہ اگر ملاقات وزیارت ہو جائے تو ٹھیک ہے اگر آپ ﷺ کہیں دور تشریف فرما ہوں تو انتظار کئے بغیر واپس آجانا اور پھر والدہ محترمہ کے حکم کے مطابق بغیر انتظار اور بغیر ملاقات کے واپس والدہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔
میرے مرشد کریم مفسر قرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ جو شخص چار امتحانات میں کامیاب ہو گیا تو ہر کامیابی اس کا مقدر بن جائے گی ان چار شخصیات میں (ایک والدہ محترمہ دوسرا والد بزرگوار تیسرا استاد اور چوتھا پیر و مرشد۔ ان کو راضی رکھنا خوش رکھنے میں) انسان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا پیغام ہے۔
والدین عظیم دولت اور نعمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور والدین کی دعائیں حاصل کر کے دین و دنیا میں کامیابیاں نصیب فرمائے اور جب وہ اس جہاں فانی سے رخصت ہوں تو پھر بھی ان کے لئے دعا اور صدقہ جاریہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ رب کریم اپنے محبوب بندوں کے وسیلہ وجلیلہ سے ہمیں والدین کی رضا نصیب فرمائے اور ان کی خدمت بجا لا کر اپنی اور اپنے محبوب کی خوشنودی نصیب فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین۔

☆☆☆

درس حدیث لاہور

رپورٹ: ڈاکٹر منظور حسین اختر

لاہور میں شاہ جی کے درس حدیث کا اعلان سن کر جتنی خوشی ہوئی اس کا اظہار شاید الفاظ میں ادا نہ ہو سکے۔ بہت عرصہ سے دینی فضا میں خاموشی کسی ایسی ہی بڑی تقریب کا تقاضا کر رہی تھی۔ راولپنڈی کے ستگی بہت خوش نصیب ہیں جنہیں شاہ جی کے اوائل کا زمانہ نصیب ہوا جب شاہ جی فرداً فرداً توجہ سے نواز رہے تھے، مگر ہمارے لئے شاہ جی کا ذاتی و دینی مصروفیات، ناسازیٔ طبع اور پوری دنیا میں جماعت اہل سنت کی ذمہ داریوں کے باوجود لاہور میں جمعہ کا خطبہ، ہفتہ وار اور ماہانہ محافل ذکر میں تشریف لانا بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی تو ہے۔ ہر انگریزی مہینے کی دوسری جمعرات کو ہونے والی ماہانہ محفل ذکر میں دعوت عام کا خاص اہتمام نہیں کیا جاتا مگر اس درس حدیث میں دعوت عام کی اجازت پا کر دل بہت خوش ہو رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ستگی نے اپنی بساط کے مطابق دعوت دینے کے فرائض ادا کئے۔ دعوتی کارڈ کے علاوہ sms، e-mail، پریس ریلیز اور موبائل فون ایسے پیغام رسانی کے جدید طریقے نہایت کارگر ثابت ہوئے۔ ہر خاص و عام کو دعوت دی گئی جس کا پھل درس حدیث کی تقریب میں لوگوں کے اژدہام کی صورت میں واضح نظر آ رہا تھا۔

8۔اپریل 2010 جمعرات کی رات اتفاق مسجد ماڈل ٹاؤن کی گراؤنڈ لوگوں سے کھچا کھچ بھر چکی تھی۔ تقریب انتہائی سادگی اور وقار کی آئینہ دار تھی۔ گراؤنڈ کی زمین پر ہی سٹیج بنایا گیا تھا جو کہ سادگی اور خوبصورتی کا حسین امتزاج پیش کر رہا تھا۔ سٹیج پر صرف شاہ جی کی مسند حدیث رکھی ہوئی تھی۔ پھولوں اور گلاب کی پتیوں سے سجے اس سٹیج پر کوئی نمائشی شخص موجود نہ تھا۔ کسی سٹیج سیکرٹری کے بھاری بھرکم تمہیدی کلمات کے بغیر ہی قراء و نعت خواں حضرات تشریف لاتے رہے حتیٰ کہ شاہ جی نے اپنے اعلان کی اجازت بھی نہ دی اور خود ہی سادگی اور وقار سمیت ہر خوبی سے آراستہ ہو کر سٹیج پر تشریف فرما ہو گئے۔ شاہ جی نے سفید سوٹ (جو آپ کی عادت کریمہ ہے) گرے واسکٹ، موتیا رنگ کی چادر اور کالا عمامہ شریف زیب تن کر رکھا تھا۔ ویسے تو شاہ جی خود بھی اور آپ کا ہر انداز بھی خوبصورت ہے مگر آج حدیث رسول کے نور میں بھیگی ہوئی رات اور اس رات میں شاہ جی کا نورانی چہرہ بدلی سے نکلے چاند کی کیفیت پیدا کر رہا تھا۔ اگر میری ڈیوٹی رپورٹنگ کی نہ ہوتی تو شاید شاہ جی کا چہرہ ہی تکتا رہتا لیکن پھر دل کو سمجھایا کہ یہ ڈیوٹی بھی تو انہی کی ہے۔ ان الفاظ میں بھی تو جلوہ انہی کا ہے، ان سطروں میں بھی تو نور انہی کا ہے اور اس تحریر میں جاذبیت بھی تو انہی کی ہے اگر یہ باتیں شاہ جی کی نہ ہوں تو پھر اسے کون پڑھے گا؟ اگر یہ روایات شاہ جی کی نہ ہوں تو کون پذیرائی بخشے گا اور اگر ان الفاظ کو شاہ جی سے نسبت نہ ہو تو کون انہیں دل میں جگہ دے گا۔ گویا مقصد صرف نوکری کرنا ہے۔ کوئی انتظامی امور نبھا کر نوکری کر رہا ہے، کوئی سامعین میں شامل ہو کر نوکری نبھا رہا ہے، کوئی کیمرہ کے آگے تو کوئی کیمرہ کے پیچھے نوکری نبھا رہا ہے، کوئی کھڑا ہو کر تو کوئی بیٹھ کر نوکری نبھا رہا ہے، مقصد صرف شاہ جی کی نوکری ہے، وہ چاہیں تو لکھوانا شروع کر دیں، چاہیں تو بلوانا شروع کر دیں اور چاہیں تو زبان بندی کر دیں، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، ہمیں تو صرف نوکری کرنا ہے اور نوکری کر کے اپنے محبوب کو راضی کرنا ہے، ویسے یہ کوئی معمولی بات نہیں، میرے آقا حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ جس بندے سے محبت کرتا ہے اسے اپنے کسی ولی کی خدمت پر مامور کر دیتا ہے، گویا یہ نوکری تو قسمت والوں کو ملتی ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا کسی بندے پر سب سے بڑا انعام ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں قبول کر لیا گیا اور جن کی گردنوں میں نسبت کا پٹکا ڈال دیا گیا، تو پھر کیوں نہ کہوں کہ مولا! ہماری عمریں بھی شاہ جی کو لگا دے، جنہوں نے ہم جیسے نکموں کو اپنی نوکری کیلئے قبول فرما لیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عزت افزائی سے کبھی محروم نہ کرے۔

مثال نقش قدم بیٹھ کوئے جاناں میں
مٹا تو دے تجھے کوئی مگر اٹھا نہ سکے

کتنا سچ کہا ہے میاں محمد بخش صاحب نے:

میں نیواں میرا مرشد اُچا، تے میں اچیاں سنگ لگائی
صدقے جاواں انہاں اچیاں کولوں جنہاں نیویاں نال نبھائی

کبھی کبھی الفاظ کا دامن نہایت تنگ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ دل کی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتے، یہ جذبوں کا بانکپن ظاہر نہیں کر سکتے، خلوص کے نور کا احصا ان سے ممکن ہی نہیں، کیسے سمجھاؤں کہ دل چاہتا ہے اپنے آئندہ ماہ و سال کا لمحہ لمحہ طشت میں رکھ کر شاہ جی کو پیش کر دوں اور شاہ جی کی ہر مشکل، ہر تکلیف خود لے لوں، لیکن یہ تو بڑی قسمت والوں کی شان ہے، اور بڑے مقدر کی "کھیڈ" ہے۔ میرے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے شاہ جی کی نسبت حاصل ہے۔ اللہ میرے شاہ جی کی ہر خوبی میں مزید برکت عطا فرمائے اور آپ کے علم، عمل، عمر، عزت، وقار، حسن، رعنائی، جاذبیت، خلوص، پیار، توجہ، اور "ہمارے لئے شفقت" میں مزید اضافہ کرے۔ آپ کا سایہ ہمارے سر پر سدا قائم رہے۔ آمین۔

آج تو رپورٹنگ بھی جذبات کی رو میں بہہ گئی، حالانکہ رپورٹر تو خشک سے انسان ہوتے ہیں، رپورٹرز نے جو دیکھنا ہے وہی لکھنا ہوتا ہے،

لیکن ہم نے جو محسوس کیا اسے لکھنا شروع کر دیا۔

دراصل آنکھیں دھوکہ کھا سکتی ہیں اس لئے ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ آنکھیں سراب کا شکار ہو جاتی ہیں، لیکن دل نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ کسی سراب کا شکار ہوتا ہے، یہ حقیقت حال کے بہت نزدیک ہوتا ہے، جبھی تو میرے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ "اپنے دل سے فتویٰ لو"۔ یہی وجہ ہے کہ دل تو ابوجہل کا بھی جانتا تھا کہ حضور ﷺ سچے نبی ہیں اور کافر بھی حضور ﷺ کو پہچانتے تھے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

یعرفونہ کما یعرفون ابنآء ھم

اسی لئے تو کہتے ہیں کہ کبھی کبھی عقل کے حصار سے نکل کر حریم عشق میں قدم بھی رکھنا چاہیئے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

آیئے!!! پھر ریاض حدیث میں چلتے ہیں اور حدیث کے ثمر کی خوشہ چینی کرتے ہیں۔۔۔

8:30 پر قاری ریاض کی تلاوت قرآن اور نعت سے شروع ہونے والی اس تقریب میں قاری نصیر طارق، قاری افضال انجم، علامہ محمد وقاص، ظفر علی چشتی نے بھی نعت رسول مقبول پڑھنے کی سعادت حاصل کی، پھر قاری مشتاق احمد نے نہایت حسین انداز میں تلاوت کلام پاک اور نعت شریف پڑھی۔ اس دوران بھی شاہ جی سٹیج پر ہی تشریف فرما تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ قلبی ذکر کی وادیوں میں محو ہو کر تلاوت و نعت سماعت فرما رہے ہیں۔

قاری مشتاق احمد کی تلاوت و نعت کے بعد شاہ جی بغیر کسی اعلان اور نعرے کے مسند حدیث پر جلوہ افروز ہو گئے اور سامعین پر حدیث رسول کا نور نچھاور کرنے لگے، آپ خطبہ میں مندرجہ ذیل حدیث شریف تلاوت کرنے کے بعد یوں گویا ہوئے:

عن ابی ھریرۃ قال قال النبی ﷺ اذا اوی احدکم الی فراشہ فلینفض فراشہ بداخلۃ ازارہ فانہ لا یدری ما خلفہ علیہ ثم یقول باسمک رب وضعت جنبی وبک ارفعہ ان امسکت نفسی فارحمھا وان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظ بہ الصالحین

"حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی اپنے بستر پر جانے لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے بستر کو اپنی چادر کے اگلے زائد حصے سے صاف کرے کیونکہ اسے کیا معلوم کہ اس کے بعد کیا چیز اندر آ گئی پھر کہے اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ میں اپنا پہلو بستر سے لگاتا ہوں اور تیری عنایت سے اٹھاتا ہوں اگر تو میری روح قبض فرمائے تو اس پر رحم کرنا اور اس کی حفاظت فرمانا جیسے تو نے نیک بندوں کی حفاظت فرمائی"۔

اللہ کی روحانی، مادی اور دیگر تمام نعمتوں پر شکر، حضور ﷺ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر درود و سلام کے بعد انتہائی عزت کے لائق سامعین باتمکین! آپ رحمت عالم کی باتیں سننے کے لئے تشریف لائے ہیں آپ کو مرحبا، خوش آمدید کہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ اپنا خاص فضل و کرم، اپنی خاص رحمت اور اپنی خاص نوازش آپ کے اور میرے شامل حال فرمائے۔

ہم سب کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ اللہ نے اس کائنات میں اپنے بعد بزرگ ترین ہستی جناب رسالت مآب ﷺ کی بنائی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بڑی شانیں ہیں۔ آپ کے علم کی کوئی حد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگلوں اور پچھلوں کا علم رحمت عالم کے سینے میں رکھا۔ آپ کی روحانیت اتنی بلند اور مستحکم ہے کہ اللہ کے نور کے جلوے رحمت عالم نے عرش معلی پر دیکھے۔ پہلے انبیاء کرام کو اللہ نے گنتی کے معجزے عطا فرمائے، لیکن رحمت عالم کی اک اک سانس کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ بنا دیا۔ آیات بینات کے ایسے جلوے وجود حضور میں رکھے کہ جن کا احصاء کرنا ممکن نہیں، انسانیت اور آدمیت کی جو خدمات رحمت عالم کے نظام نے سرانجام دیں ہیں اس کی مثال مذاہب عالم پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ آپ کے اختیارات کی دنیا اتنی وسیع ہے کہ فرمایا میرے دو وزیر آسمانوں پر اور دو وزیر زمینوں پر ہیں۔ جبرائیل و میکائیل جن کے وزیر آسمانوں

میں ہوں اور صدیق وفاروق زمین پر جن کی امانتوں کے امین ہوں اس آقاﷺ کی اپنی شان کا عالم کیا ہوگا۔

جناب والا! آپ کی عظمتوں اور شانوں کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آج صرف چند ایسی باتیں کروں گا جن کا تعلق ایک عام مسلمان کی عام زندگی کے ساتھ ہے۔ کسی شخص نے کہا تھا کہ تمہارے رسول کیسے ہیں کہ یہ تو پیشاب کرنے کے طریقے بھی سکھاتے ہیں تو صحابی رسول نے فرمایا کہ یہی تو قیادت کا کمال ہے کہ اونچی سے اونچی اور نیچی سے نیچی تربیت کے روشن نشانات عطا فرمادے۔۔۔ بلاشبہ قیادت کامل وہی ہوتی ہے جو جلوتوں سے خلوتوں اور بازاروں سے معبدوں تک زندگی کے کسی گوشہ کو تشنہ نہ چھوڑے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگرﷺ نے یہ کارنامہ سرانجام کیا۔

جو حدیث شریف پڑھی ہے حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم میں سے کوئی ایک اپنے بچھونے پر آئے تو اپنی چادر کے کونے سے اپنے بستر کو تین مرتبہ جھاڑے اور جھاڑنے کے بعد کہے اے میرے رب! میں تیرے نام پر اپنے پہلوؤں کو بستر پر ڈال رہا ہوں اور جب اٹھوں گا تو تیرے ہی نام سے اٹھوں گا اور اگر تو نے میری روح قبض کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے تو یا اللہ مجھے بخش دینا۔ یعنی اگر حریم قدس سے فیصلہ ہوگیا ہے کہ روح کو اپنے پاس بلانا ہے تو معاف فرمادینا۔ علامہ عینی نے لکھا کہ ''نفسی'' کا معنی ''روحی'' ہے۔

حضور نے شعور، فکر اور سوچوں کو حساس کر دیا تھا کسی دل میں خوف خدا پیدا کرنا کوئی چھوٹا کارنامہ نہیں۔ اس سے پوچھو جو صبح وشام انسانوں پر محنت کرتا ہے کہ انقلاب آئے۔ آج تو اپنے بیٹے کو بھی جوانی میں روکا نہیں جاسکتا کہ کہیں اسے فاشی لوٹ نہ لے اور بے حیائی کا

ناگ ڈس نہ لے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بچوں کے چہروں کی لالی کے اندر باپ کے خون جگر کی لالی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی جوانی میں اولاد کو روکنا دشوار ہوتا ہے، تو عام لوگوں بدلنا کس قدر دشوار ہوتا ہوگا، میں دعوت دوں گا کہ سوچیے! مکہ شریف میں لوگ بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے، نومولود بچوں کو پیار کی چوٹی سے گرادیتے، کتنا سنگ دل معاشرہ تھا پانی کی بالٹی پر ڈیڑھ ڈیڑھ سوسال جنگیں ہوتیں، تاریخ میں جھانک کر دیکھیں تو جو معاشرہ بہیمیت کی تصویر نظر آتا ہے، میرے حضورﷺ نے اس معاشرہ سے صدیق، فاروق، عثمان اور علم کے امین علی المرتضٰی اور دیگر صحابہ پیدا کر دیئے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

برینڈ رڈرسل نے کہا تھا کہ ''کائنات علی جیسا پیدا نہیں کر سکتی تو محمدﷺ تو ان کے بھی آقا ہیں''۔

آج تو صاف گاڑی کے ساتھ اگر کوئی میلا سا آدمی ہاتھ لگا دے تو چہروں پر شکنیں پڑ جاتی ہیں، حضورﷺ نے بلالؓ کو رشک قمر بنادیا، نئے ڈھب کے انسان پیدا کیے، جن کی عظمت کے آگے ہیرے بھی ماند نظر آتے ہیں۔ امام جعفر نے فرمایا تھا کہ اصل میں ستارے ہم ہیں جو روشنی خاندان رسول نے دی ہے آسمان کے ستاروں میں وہ روشنی کہاں۔ میرے حضور نے انسانی معاشرہ کو دھویا۔

شاہ جی نے نبی کریمﷺ کی غریب پروری پر بات کرتے ہوئے کہا کہ

ذوالقرنین بادشاہ کے سفروں کو میں نے پڑھا ہے وہ کسی غریب کی کٹیا میں نظر نہیں آتا اور ایسے بادشاہ جہاں جہاں سے گزرتے ہیں وادیوں کی وادیاں زیر زبر ہو جاتی ہیں لیکن میرے حضور صرف زبر کرتے ہیں، حضورﷺ نے زیر کسی کو نہ کیا۔ میرے حضور نے چوروں، ڈاکوؤں شرابیوں کو فرمایا کہ ادھر آؤ، میرا چہرہ دیکھو کلمہ پڑھو تمہاری ساری نحوست دور ہو جائے گی۔

ایک بہت خوبصورت اور معنی خیز جملہ شاہ جی نے ارشاد فرمایا:

صاحبو! محلوں کے اندر رکھے ہوئے پتھر چمک تو دے سکتے ہیں لیکن کٹیا کے اندر کے مسائل صرف میرے حضور نے حل فرمائے ہیں۔

نبی کریمﷺ کے انداز تربیت پر بات کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ:

حضورﷺ نے ہاتھ پکڑ کر کھانا کھانے کے آداب سکھائے، بیٹھنا سکھایا، گوشت کی بوٹی چبانا سکھائی، چلنے کا طریقہ سکھایا۔

حضور ﷺ نے انسانوں کو دھویا، شعور پیدا کیا، بستر پر آنے والوں کو سکھا رہے ہیں کہ اسلام صفائی کا نام ہے۔ بستر پر بیٹھو تو جھاڑ کر۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر کا حاشیہ ہاتھ میں پکڑا اور فرمایا یوں جھاڑو۔ اور جھاڑ کر کہو یا اللہ معاف کر کے اٹھانا۔

پہلا پیغام:

شاہ جی نے اس حدیث پاک کی رو سے پہلا پیغام جو اپنے سامعین کو دیا کہ

اپنے اندر جھانکو، جو رسول بستر پر لیٹتے ہی گناہ بخشوا دیتا ہے اگر زندگی بھر کے لئے اس رسول ﷺ کے قدموں میں چلے جاؤ تو کیسی بہار آ جائے۔ گویا پہلا پیغام یہ ہے کہ جو کچھ بھی کیا ہے اللہ سے معافی مانگو، کہو کہ اللہ معاف کر دے تو اللہ معاف کر دے گا۔ مسلم معاشرے میں احساس پیدا ہونا چاہئے، انسان خود کو دیکھے اور توبہ کرے، بڑی زندگی سے ٹرن کریں، تو حضور ﷺ کی رحمتیں استقبال کریں گی۔

زمخشری نے کشاف میں لکھا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا اللہ معاف کر دے تو مولا علی نے کہا کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ معافی مانگ رہا ہوں۔ مولا علی امر بالمعروف کا روشن نشان تھے فرمایا جھوٹی توبہ چھوڑ، یہ جھوٹوں کی توبہ ہے، سچے لوگوں والی توبہ کر، اس نے کہا کہ کیسی تو آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ سنیئے!

مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس توبہ میں چھ چیزیں ہوں وہ سچی توبہ ہوتی ہے۔

۱۔ شرمسار ہو:

جب استغفر واللہ کہے تو سوچے کہ میں نے کیا کیا ہے؟ پھر اپنی غلطی پر نادم ہو۔ شرمسار ہو، حضور نے فرمایا کہ قیامت کو ایک شخص اٹھے گا جس کو نجات کا یقین نہیں ہوگا لیکن گردن جھکی ہوگی۔ اللہ پوچھے گا گردن کیوں جھکائی ہے تو کہے گا کہ مولا! شرمندہ ہوں اپنے گناہوں کی وجہ سے، تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ سب سے پہلے اس شخص کو جنت میں داخل فرمادے گا، اس لئے کہ شرمسار ہے، اگر بندہ شرمندہ ہو تو گناہ چاہے آسمان تک ہوں اللہ معاف فرمادے گا، گویا زندگی کو دھوؤ، اور زندگی میں صفائی صرف حضور ﷺ کی نظر سے آئے گی۔

۲۔ فرائض کی ادائیگی:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ توبہ کے لئے دوسری چیز فرائض کی ادائیگی ہے۔ توبہ کرنے والا نماز پنجگانہ اور دیگر فرائض کی بجا آوری کرے۔

شاہ جی نے دور حاضر کے فتنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم سخت آزمائش میں ہیں، اسلامی چینل بند کروائے جا رہے ہیں تاکہ حضور ﷺ کی حدیث اور قرآن لوگوں تک نہ پہنچ پائے۔ مدرسے بند کئے جا رہے ہیں لیکن میں دھیمے لہجے میں کہتا ہوں کہ ہم تو کمزور ہیں لیکن Isalm is Power, Quran is Power۔

شاہ جی نے فرمایا کہ جو خدا عاد و ثمود پر پہاڑ اوندھے کر سکتا ہے، سرکشوں کو بھی اوندھا کر سکتا ہے، آپ نے ہمت بندھاتے ہوئے کہا کہ محمد عربی کے دین کا جھنڈا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اونچا رہے گا۔

ایک اہم سبق:

شاہ جی نے سامعین کو ایک نہایت اہم سبق دیتے ہوئے فرمایا کہ

حضور کے دین کے نوکر بن کر بیٹھ جاؤ اور دین کی تعلیمات گھر گھر پہنچاؤ۔ فرائض کی ادائیگی کرو اس سے پاور Power آتی ہے اور نفس دھلتا ہے۔

۳۔ حقوق کی واپسی:

توبہ کے لئے تیسری چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمائی کہ:

اگر کسی کا کوئی حق مارا ہے تو اسے ادا کرو، کسی سے کوئی چیز چھینی ہے، تو واپس کرو۔

شاہ جی نے نہایت سبق آموز واقعہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

شاہ جی کے بچپن کا سبق آموز واقعہ:

اپنے بچپن کا واقعہ سناتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ میں چھٹی یا ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا ایک دن میرے بیگ میں سے دو قلم (پن) نکلے۔ والدہ نے پوچھا کہ آپ کے پاس تو ایک قلم تھا یہ دوسرا کہاں سے آیا۔ میں نے کہا کہ ایک ساتھی طالب علم کا ہے انہوں نے کہا کہ اس سے پوچھ کے لائے ہو میں نے کہا کہ نادانستہ طور پر بیگ میں آ گیا ہے تو والدہ فرمانے لگیں کہ میں اس وقت تک تمہیں سونے نہیں دوں گی جب تک یہ قلم اس ساتھی طالب علم کے گھر پہنچا کر نہیں آؤ گے۔

دوسرا واقعہ:

شاہ جی نے فرمایا کہ میں بچپن میں اپنے گاؤں میں لوگوں کے خطوط لکھا کرتا تھا تو میری والدہ نے مجھے سختی سے ہدایات کر رکھی تھیں کہ ایک گھر کا کاغذ دوسرے گھر میں نہیں جانا چاہیئے یہ امانت میں خیانت ہوتی ہے۔

تیسرا واقعہ:

شاہ جی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جنگل سے گزرتے ہوئے کسی کی بکری کا دودھ دوہنا چاہا تو میری والدہ نے میری سخت پٹائی کی اور فرمایا کہ

حرام کا دودھ پی کر سینے میں علم کا نور کیسے آئے گا۔

شاہ جی نے ایک خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ جن اور تعویذ کا علاج ممکن ہے لیکن کسی غریب کی بد دعا کا علاج نہیں۔ اس لئے اگر کسی کا کچھ کھایا ہے تو اسے واپس کر کے معافی مانگئے۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ سناتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت فرمایا کہ میرے بھائیوں کو بلاؤ یعنی حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم، پھر انہیں کہا کہ میں امانت کا معاملہ تمہارے سپرد کرتا ہوں اور رونے لگے فرمایا کہ قیامت کی ہولناک چیزیں دیکھ رہا ہوں اگر ساری دنیا بھی فدیہ میں دے دوں تو وہ قیامت بڑی ہولناک ہے۔ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ دعائے رسول ہیں، آپ نے دین کی خدمت کی، اللہ آپ کا انجام اچھا کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ انہی باتوں کی قیامت والے دن گواہی دینا۔ حضرت عمرؓ کا سر حضرت ابن عمر کی جھولی میں تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے زمین پر لٹا دو۔ حضرت ابن عمر نے پنڈلیوں پر سر رکھ لیا لیکن آپ نے فرمایا کہ نیچے مٹی پر میرا سر رکھ دو۔ پھر عاجزی اور انکساری سے کہنے لگے کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں مجھے معاف فرما دے۔

شاہ جی نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کا حساس ہونا دیکھئے، ان کی دردمندی دیکھئے اسی عاجزی، انکساری سے، حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں کسی مومن کے سینے کا بال ہوتا۔

ہمارے ذہنوں پر دستک دیتے ہوئے شاہ جی نے کہا آج کتاب اللہ اور رسول اللہ سے ہمارا تعلق کیسا ہے، عقیدہ کیسا ہے، نمازیں کیسی ہیں---

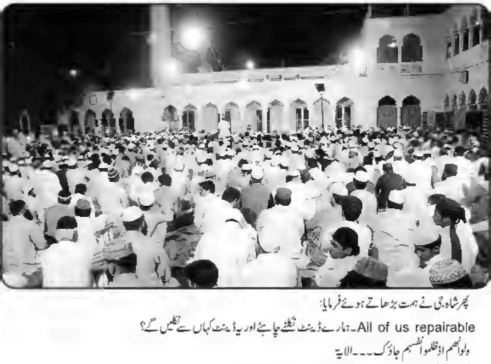

پھر شاہ جی نے ہمت بڑھاتے ہوئے فرمایا:

All of us repairable۔ ہمارے ڈینٹ نکلنے چاہئے اور یہ ڈینٹ کہاں سے نکلیں گے؟

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک---الایۃ

یعنی معافی حاصل کرنے کا دروازہ صرف اور صرف ذات رسول پاک ہے۔

۴۔ کسی پر ظلم کیا ہے تو معافی مانگ لو:

سچی توبہ کی چوتھی شرط حضرت علی المرتضےٰؓ نے ارشاد فرمائی کہ اگر کسی پر کوئی ظلم کیا ہے تو اس سے معافی مانگی جائے۔

شاہ جی کا ایک اور واقعہ:

شاہ جی نے فرمایا کہ جب میں نے آٹھویں کا بورڈ کا امتحان پاس کیا تو میرے استاد بابا کریم جن کی عمر 95 سال تھی چھ میل کا فاصلہ طے کر کے میرے گھر آئے اور مجھے کہنے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ کو مارا تھا اپنے نانا کا صدقہ مجھے معاف کر دو۔

گویا اندر کی انا کو ختم کرنا ہو گا، اندر کے سرکش انسان کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔ اگر دو لفظوں سے قیامت کا بوجھ ختم ہو جائے تو ہمیں اور کیا چاہئے۔ عفو کی مثال دیکھنا ہو تو حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو دیکھئے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے کسی مدنی کو مکہ میں امیر نہ بنایا بلکہ مکہ کے رہنے والوں کو ہی امارت سونپ دی اور ان لوگوں کو عہدے دئے جنہوں نے حضور ﷺ کو مکہ سے باہر نکالا تھا گویا حضور ﷺ نے مکہ والوں کو صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ معافی کے ساتھ ساتھ عہدے بھی عطا کئے۔

شاہ جی نے ایک اور سبق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ محکم مسلمان بنیں، بکھرا ہوا مسلمان نہ بنیں، اللہ اور رسول کے ساتھ صحیح ہو جائیں۔

۵۔عزم:

سچی توبہ کی پانچویں خصوصیت حضرت علی المرتضےٰ نے ارشاد فرمائی کہ توبہ کرنے والے کا ارادہ ہونا چاہیے کہ آئندہ گناہ نہیں کرے گا، یعنی بندہ عہد کرے کہ آج کے بعد اللہ ورسول کی رضا کے ساتھ زندگی گزاروں گا اور یہ عقیدہ ذہن میں رکھے کہ اللہ اور مدینے والا آقا دیکھ رہا ہے۔

۶۔اطاعت:

چھٹی شرط ارشاد فرماتے ہوئے حضرت علی المرتضےٰ نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا حضور ﷺ کی اطاعت کرے۔

ایسا نہیں کہ پرانے زمانے میں گناہ نہیں ہوتے تھے بلکہ گناہ ہوتے لیکن حضور ﷺ انہیں دھو دیتے، حضور کے ایک کفش بردار صحابی تھے، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے انہیں کسی کو بلانے کے لئے بھیجا راستے میں جاتے ہوئے ان کی نظر کسی عورت پر پڑ گئی، فوراً نظریں نیچے کیں، بھاگ کر جنگل میں چلے گئے، روتے رہے اور کہتے کہ میں نافرمان ہوں، مجھ سے بد نظری کا گناہ ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو نازل فرمایا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت سلمان فارسی کو بھیجا کہ اسے ڈھونڈ کر لاؤ، آپ دونوں جنگل میں گئے۔ ایک چرواہے سے اس صحابی کا پوچھا اس نے کہا کہ ایک نوجوان ہے جو روتا رہتا ہے، حضرت عمر ؓ نے انہیں پکڑ لیا تو وہ صحابی کہنے لگے کہ مجھے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس وقت پیش کیجئے گا جب حضور ﷺ نماز پڑھ رہے ہو، جب ان صحابی کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو وہ بیہوش ہو گئے، سلام کے بعد حضور نے فرمایا کہ یہ آیت پڑھ لیں تو اللہ گناہ معاف فرما دے گا۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار

وہ صحابی گھر گئے انہیں بخار ہو گیا، حضور ﷺ ان کی تیمارداری کے لئے گئے اور ان کا سر اٹھا کے اپنی گود میں رکھا، تو کہنے لگے کہ حضور ﷺ! میں گندہ ہوں اور آپ صاف ہیں یہ کہہ کر وہ صحابی واصل باللہ ہو گئے۔ ان کے نماز جنازہ میں حضور ﷺ پنجوں کے بل چل رہے تھے، جب آپ سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ اس جنازہ میں فرشتے ہی اتنے ہیں کہ زمین پر تل دھرنے کو جگہ نہیں۔

یعنی اگر احساس پیدا ہو جائے تو حضور ﷺ اب بھی گناہ دھوتے ہیں۔

آخر میں سامعین کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا:

صاحبو!

میری غرض دینی ہے، آج مغربی قوتیں دین اسلام کو دبانا چاہتی ہیں، سپین میں عیسائیوں نے اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ اگر کوئی منہ دھوتا تو اسے گولی مار دیتے کہ یہ مسلمان ہے اور وضو کر رہا ہے۔ اسلام دشمنوں نے بچوں کو کاٹا، عورتوں کو بے عصمت کیا۔ آج وہ پھر خواب دیکھ رہے ہیں کہ دنیا سے مسلمانوں کو ختم کیا جائے، مسلمانوں کے تمدن اور تہذیب کو ختم کیا جائے، آج تعلیم کے نام پر Teen Aged بچوں کو مغرب دھڑا دھڑ ویزے دے رہا ہے تاکہ وہ بدکاری سیکھ کر یہاں آئیں اور صحیح معنوں میں مسلمان نہ رہیں۔ میں اپنے سامعین سے التماس کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کے غلام کی حیثیت سے زندگی گزاریں۔ یاد رکھئے کہ دنیا میں کوئی طاقت ایسی پیدا نہیں ہوئی جو حضور ﷺ کے دین کو مٹا سکے۔

اس طرح یہ سبق آموز، ہمت امیز درس حدیث کا خطاب ختم ہوا۔ خطاب کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ذکر اور پھر بھیگی آنکھوں اور سسکیوں سے دعا کی گئی۔ یوں لوگ اپنے دلوں میں اللہ ورسول کی اطاعت، گناہوں پر ندامت اور خدمت دین کا جذبہ ای نعمتیں لے کر اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

☆☆☆

علامہ جلال الدین ڈیروی کی تحقیقی اور تاریخی کتاب

''تحریک پاکستان میں علماء کرام کا کردار''

تحریر: محمد نواز کھرل

تاریخ لکھنا ایک کام ہے، تاریخ بنانا کار دیگر۔ مگر ایک کام تاریخ پڑھنا بھی ہے۔ اس رعایت سے کوئی تاریخ دان ہوا، کوئی تاریخ نواز اور کوئی تاریخ ساز۔ بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند میں تاریخ لکھنے والے تاریخ بنانے والوں کو بوجوہ اپنا دشمن خیال کرتے رہے لہٰذا سچی تاریخ کے جھوٹے مورخین نے الزام اور انعام کے سائے میں ایسی تاریخ لکھی جس کے ورق ورق پر تاریخ کے جھوٹے سچ اور سچے جھوٹ بکھرے ہوئے ہیں۔ دیانت دارانہ بددیانتی کی تاریکیاں بکھیرنے والے اور حقائق کو قتل کرنے والے ان اہل قلم نے قیام پاکستان کی تاریخ لکھتے ہوئے بڑے گل کھلائے اور خوب ہاتھ دکھائے ہیں۔ اسی سبب آج اہل وطن میں بہت کم یہ جانتے ہیں کہ تاریخ بنانے والوں کا عظیم و مخلص قافلہ 16 تا 19 مارچ 1925ء کو مراد آباد میں جمع ہوا تھا۔ اس موقع پر برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض سے آئے ہوئے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے "آل انڈیا سنّی کانفرنس" تشکیل دی۔ جس نے تحریک پاکستان میں اساسی کردار ادا کیا۔ مراد آباد میں جمع ہونے والے یہ علماء اور مشائخ مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کی زندہ روایت اور عملی جہاد کا حصہ تھے، وہ مولانا فضل حق خیر آبادی جنہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں جہاد کا فتویٰ دے کر اسے ہر مسلمان پر لازم ٹھہرایا تھا اور اسی جرم کی پاداش میں وہ کالے پانی کی بامشقت سزا کے مستحق ٹھہرائے گئے تھے۔ 1925ء کے بعد 27 تا 30 اپریل 1946ء کی بنارس سنّی کانفرنس تحریک پاکستان کا ایک اور اُجلا باب ہے۔ اوراق تاریخ گواہ ہیں کہ سوادِ اعظم کا یہ ایک یادگار اور تاریخ ساز اجتماع تھا جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ اگر مسلم لیگ بھی مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جاتی ہے تو پھر بھی ہم پاکستان بنا کر ہی دم لیں گے۔ یہ عاشقانِ رسول کی کتابِ زندگی کا ایک روشن باب ہے لیکن افسوس کہ آج تاریخ کی کتابوں میں تحریک پاکستان میں علمائے حق کے جذبوں اور ولولوں کی قابل فخر داستان گم کر دی گئی ہے کیونکہ ضمیر فروش مورخین نے تاریخ کو افسانہ اور افسانے کو تاریخ بنا کر حقیقی تاریخ کا حلیہ بگاڑ دیا۔ حقیقی تاریخ اور حقیقت تاریخ کو سامنے لانا، ایک قرض بلکہ فرض تھا جسے پورا کرنے کے لئے علم و دانش کے آسمان پر چاند کی طرح رعنائیاں بکھیرنے والے پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی مسلسل کئی برس "جہانِ رضا" کے صفحات پر تحریک پاکستان کی ان کہی کہانی لکھتے رہے اور تاریخ کے حافظے میں تڑپتے حقائق قارئین تک پہنچاتے رہے۔ دھیان، گمان، گیان، عرفان اور وجدان کی دنیا کے باشندے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے حقائق کشا قلم سے تخلیق ہونے والے انہی مضامین سے استفادہ کرتے ہوئے ڈیرہ غازی خان جیسے دور آباد شہر میں مقیم درویش صفت انسان علامہ جلال الدین احمد ڈیروی علیہ الرحمۃ نے ایک تحقیقی کتاب "تحریک پاکستان میں علمائے کرام کا کردار" ترتیب دی جو اس بے ریا، اُجلے، سچے اور صداقت شعار محقق کی وفات کے بعد حال ہی میں شائع کی گئی ہے۔ 288 صفحات پر مشتمل اس کتاب کا ایک ایک لفظ لوحِ تاریخ کا درخشاں نوشتہ ہے۔ مکتبہ نبویہ لاہور کی طرف سے شائع کی گئی۔ یہ کتاب تحریک پاکستان میں علمائے حق کے روشن اور تابناک کردار کا حقیقی اور تحقیقی جائزہ ہے۔ یہ کتاب تاریخ کی آواز ہے۔ گئے وقتوں کی اُجلی کہانیوں کے عنوان اور روشنی سے ملتے جلتے انسان پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کے دلکشا مضامین سے اخذ کی گئی۔ اس خوبصورت کتاب کے دامن میں ورق در ورق اور عکس در عکس علماء کرام کی یادیں، باتیں اور ملاقاتیں جھلملاتی اور ہر صفحے سے ناقابل تردید سچائیوں کا سورج طلوع ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ کتاب تاریخ کا البم ہے، جس کا صفحہ صفحہ تحریک پاکستان کی تصویروں سے سجا ہوا ہے۔ حرمتِ فکر کے نقیب اور حرمتِ لفظ کے امین علامہ جلال الدین احمد ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلآویز کتاب ترتیب دے کر تاریخ کی عدالت میں قلمی شہادت پیش کی ہے اور قارئین کو بتایا ہے کہ تاریخ کے ماتھے پر ہمیشہ جگمگ جگمگ کرنے والے علمائے حق نے کبھی مفاد کے بازار میں اپنی دستار نہیں بیچی، اس لئے وقت کے کٹہرے میں علمائے اہل سنت تابندہ و پائندہ جبکہ کانگریسی علماء شرمندہ شرمندہ رہیں گے۔ اس کتاب کی اشاعت سے مخالفانہ بلکہ منافقانہ پروپیگنڈے سے اٹھائے ہوئے گرد و غبار میں سے تاریخ کا صاف اور شفاف چہرہ پوری طرح نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خوش ذوق قارئین یہ کتاب شوق کی آنکھوں سے پڑھیں گے اور انہیں تسکین قلب و نظر کا سامان ضرور میسر آئے گا۔ میں اس کتاب کی اشاعت پر پیکرِ جمال و کمال، شعلۂ خرمن سوز، شرارۂ آتش افروز، مقبول دعاؤں جیسے حضرت پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کو دل، دماغ اور روح کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ کتاب کی قیمت 250 روپے ہے اور مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور (042-7213562) سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

دانائی کی باتیں اشعار میں

[illegible]

ہے بُروں کو عیش اور اچھوں کو ہے دنیا میں رنج
توڑتا ہے گل کو گلچیں چھوڑتا ہے خار کو

فطرت کو ناپسند ہے سختی زبان میں
پیدا ہوئی نہ اس لیے ہڈی زبان میں

چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر
کھل جاتی ہے اخیر کو رنگت خضاب کی

جو مرتے بادشاہ ہو کر تو تزئین کچھ نہیں ہوتی
یہی دو گز کفن ہوتا، یہی دو گز زمیں ہوتی

عبث طولِ اَمل ہے یہ چناں ہو گا چنیں ہو گا
نہیں ہے دور وہ ساعت کہ تو زیرِ زمیں ہو گا

غافل یہاں کے لذت و آرام پہ نہ جا!
دنیا میں ہائے ہائے بہت ہے، مرنے کے بعد

جو ہے جری بحکمِ خدا لازوال ہے
شہباز ہے حرام کبوتر حلال ہے

نہ رنج رفتگاں کر رفتہ رفتہ
پہنچ جائے گا تو بھی کارواں تک

خدا کی یاد میں دنیائے دوں سے منہ جو موڑے ہیں
وہی انسان اچھے ہیں مگر افسوس تھوڑے ہیں

زندگانی بھی ایک وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

عزیز احباب ساتھی دم کے ہیں سب چھوٹ جاتے ہیں
جہاں یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں

شعلہ تھا عہد جوانی اڑ گیا
برف تھا ہنگام پیری جم رہا

ایک انگوٹھا ہے اس کے ساتھ ہیں چار انگلیاں
اس طرح اک مرد ہو سکتا ہے شوہر چار کا

ہم نے خدا کو پہچانا۔۔۔۔۔مگر ان کا حق ادا نہ کیا۔

ہم نے قرآن مجید پڑھا۔۔۔۔۔مگر اس پر عمل نہ کیا۔

ہم نے محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کیا۔۔۔۔۔مگر ان کی سنت پر عمل نہ کیا۔

ہم نے عداوت شیطان کا دعویٰ کیا۔۔۔۔۔مگر اس کی مخالفت نہ کی۔

ہم نے خدا کی نعمتیں کھائیں۔۔۔۔مگر اس کا شکر ادا نہ کیا۔

ہم نے جنت کو چاہا۔۔۔۔۔مگر اس میں جانے کی تیاری نہ کی۔

ہم نے جہنم سے پناہ مانگی۔۔۔۔مگر خود ہی اپنے نفس کو اس میں ڈال دیا۔

ہم نے موت کو حق جانا۔۔۔۔۔مگر اس کے لئے تیاری نہ کی۔

ہم نے اپنے بھائیوں کی عیب جوئی کی۔۔۔۔۔مگر اپنے عیب نہ دیکھے۔

ہم نے مُردوں کو دفن کیا۔۔۔۔مگر موت سے عبرت حاصل نہ کی۔

انتخاب: **صفدر علی محسن**

قرآن میں استعمال ہونے والے حروف کی تعداد

الف	48872	ط	1277
ب	11428	ظ	842
ت	1099	ع	922
ث	1276	غ	2208
ج	3373	ف	8499
ح	3793	ق	6812
خ	2416	ک	9500
د	5602	ل	30433
ذ	4677	م	2650
ر	11793	ن	45190
ز	1590	و	25536
س	5891	ہ	19070
ش	2253	ء	4720
ص	2013	ی	45919
ض	1607		

منجانب: عبدالمجید مغل اسلام آباد

قائد اہل سنت قبلہ علامہ

سید ریاض حسین شاہ صاحب

کو حرمین شریفین کی حاضری پر

ہدیہ تبریک

پیش کرتے ہیں

منجانب

صاحبزادہ حسنات احمد مرتضےٰ

(جرمنی)

300 سے زائد مذہبی و ادبی رسائل و جرائد پر مشتمل پانچوں صوبوں اور آزاد کشمیر پر مشتمل

کونسل آف جرائد اہلِ سنّت پاکستان کے زیرِ اہتمام

2 روزہ

صوبائی میڈیا ورکشاپ

نمائش رسائل و جرائد اہلِ سنّت پاکستان پنجاب

20-19 جون 2010 بروز ہفتہ، اتوار

بمقام جامعہ نعیمیہ لاہور

ورکشاپ میں پنجاب بھر سے معروف علماءِ مشائخ سینئر صحافی، پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکلاء اور سکالرز مقالہ جات پیش کریں گے

2009ء میں طباعت و اشاعت اور معیاری تحاریر کے اعتبار سے بہترین رسائل و جرائد کو یادگاری شیلڈز دی جائیں گی

صدر محمد نعیم طاہر رضوی [illegible]
سینئر نائب صدر برکات احمد نواز سیالوی [illegible]
جنرل سیکرٹری محمد ضیاء الحق نقشبندی [illegible]
سیکرٹری نشر و اشاعت سید قمر احمد سبزواری [illegible]

کونسل آف جرائد اہلِ سنّت پاکستان

دفتر: شہزاد منزل
دہلی روڈ، لاہور کینٹ

مسلمانوں کو فطرت بشری کے ساتھ جینے کی بجائے اسوہ حسنہ کے سائے میں پناہ لینی چاہئے۔ٹوکے خان، بجلی بی بی اور قہرمان خان بننے کے لئے کمزوریوں اور معصیتوں کے حصار میں نہیں آنا چاہئے۔جس پاک ذات اور قدسی صفات ہستی نے رحمت وشفقت سے دنیا کو نمونۂ جنت بنا دیا تھا اس کی ارض جنت کو قتل و غارت اور وحشت و دہشت سے جہنم زار نہیں بنانا چاہئے۔جن مسلکوں کے پیٹوں سے ایسے گندے کیڑے پیدا ہو رہے ہیں انہیں فکر و نظر کے حوالے سے معدہ تطہیری کے لئے کسی روحانی مستشفیٰ کا رخ کرنا چاہئے۔دنیا میں عدل و فضل اور مہر وشفقت کی عمل داری کے لئے رحمۃ اللعالمین آقا ﷺ کی سنت حسنہ اپنانی چاہئے۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

مخاطب: **ڈاکٹر محمد آصف**

یہی تو ہے نائس جس پر آپ اعتماد کرتے ہیں

نائس بیکرز اینڈ سویٹ ہاؤس

پروپرائیٹر: نعیم برادران

شامی پارک فیروز پور روڈ نزد نہر چونگی امرسدھو لاہور
فون: 5823188

برانچز:

چوک یتیم خانہ لاہور فون: 7572467

نزد نیشنل بنک، کاہنہ نو، لاہور فون: 5-5276404

اعوان مارکیٹ فیروز پور روڈ لاہور فون: 5826994

حجۃ الاسلام فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کا

اٹھائیسواں سالانہ

عرس مبارک

مرکزی دار العلوم حنفیہ فریدیہ کا

سالانہ اجلاس

زیر صدارت:
جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی

مورخہ: 14-15 رجون 2010ء بروز سوموار، منگل۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

خصوصی دعا: 15 رجون، منگل، ایک بجے شب

بمقام: دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ

فون: 044-4771014، موبائل نمبر: 0300-4321088

ایمان اور عقیدہ کبھی مرا نہیں کرتے، ایسی انسانی روحیں جو عظمتوں کے عرش پر بوسہ زن ہونے کی خواہش رکھتی ہوں انہیں یہ شعور بیدار کرنا چاہئے کہ رفعتوں کے آسمان تک اسلام کی سیڑھی بغیر چڑھنا امر محال ہے۔ یاد رکھو! جب ہر حوالہ مشکوک ہو جائے، جب ہر منصوبہ بندی تاریک پڑ جائے اور ہر مسیحا بے اعتبار ٹھہرے، اُس وقت سے درس ضرور لینا جب مقدس خون کو خاک میں ملانے والے کعبہ کو بھی ڈھا چکیں تو ایک تدبیر پابہ زنجیر زین کی آواز سے ابھرے گی اور وہ تمہیں بتائے گا ایمان اور عقیدہ ہر زمانے میں آزاد ہوتے ہیں۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: **سید آٹو مو بلز**
بابو بازار، صدر بازار راولپنڈی، فون: 5566544,5563743